

ہندوستانی سلال

پبلیکیشنز ڈوٹ ن

ہندستانی مسلمان

پبلیکیشنز ڈوٹ نیشن
وزارت اطلاعات و نشریات
حکومت ہند

ستمبر ۱۹۴۸ء

جنوار، آسٹریون نمبر ۱۸۹

“Muslims in India” (URDU)

NOT FOR SALE

پبلیشر:- ڈائرکٹر پبلیکیشنز ڈوٹ ٹرین پلٹ ۳۰۷ اوسنی ہریانہ۔

پرنٹر میٹاپ پبلیکیشنز، ۵۲۱۵ دریا گنج۔ حسل۔

فہرست سخنواریات

۱۔	صفروہ	ہندوستان کی زندگی کا حصہ	پہلا باب
۲۔		مکہ میں پا عزت جگہ	دوسرا باب
۳۔		اُرد و فارسی احمد علی کی تعلیم	تیسرا باب
۴۔		مسلمانوں کے ادارے	چوتھا باب
۵۔		ہندوستان میں اسلام کا ارتقائی	پانچواں باب
۶۔		اسلامی فتنہ تعمیر	چٹا باب
۷۔		مسلمانوں کے تہوار	ساقواں باب
۸۔		خاص دستوری تحفظات	ضیبہ

ہندوستان کی زندگی کا حصہ

بہت سے دوسرے مکونوں کی طرح ہندوستان میں بھی مختلف نسلوں کے لوگ اور مختلف نژادیوں
میں تقاضے آتا ہے۔ ہندوستان کی گزشتہ پانچ ترا رسال کی تاریخ سے ہم واقعہ میں اس طویلی تدریج
میں برصغیر میں بننے والے مختلف نسلوں اور قوموں کے لوگ آپس میں جھلک جائے ہیں اور ان کی اپنی الفرادی
شخصیتوں کے باوجود کرت میں رجدت کا جلوہ نظر آتا ہے۔ لیکن الگ شخصیتوں کے حامل ہونے
کے باوجود سمجھی ہندوستان ہیں۔ مادر دلن میں امن و سکون ہے، پر خوش حال ہوا اور ترقی کرے اس
مشترک جذبے نے جموں کو ایک دور میں بازدھا دیا ہے۔

ایک ہندوستان میں جو لوگ بنتے ہیں اُنہیں کئی زادوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ علاقائی سماਜ سے ان پر
نظر ڈال جاسکتے ہے اور سماجی، سیاسی، معاشری اور فہری سماਜ سے بھی۔ لیکن اس کتابچے میں ہندوستان
کی آبادی کے ایک بڑے حصے یعنی ہائج کوڈرمسلانوں کے اضافی اور حال پر نظر ڈال گئی ہے۔
مسلمان ملک کی دوسری سب سے بڑی نژادی جامعت ہیں۔

شل سماک سے ہندوستان کے ہر حصے کے مسلمانوں کا تعلق اسی نسل سے ہے جس سے ملک
کی بقیہ آبادی کا ہے۔ ان کا گوشت پوست اور نون ایک ہے اس وجہ سے ملک کے مختلف حصوں
میں بننے والے مسلمانوں اور اُن کے اس پاس کے رہنے والے غیر مسلموں میں گھرے رو ایجاد قائم
ہیں۔ ایک غیر محلی معتبر کے لئے ایک بہگالی مسلمان اور بہگالی ہندو میں تجزی کرنا ناممکن ہو گا۔ یہی بات
وہ نتuralی کی دُوری پر واضح پنجاب پر بھی صادق آئی ہے۔ یہاں بھی مسلم اور فرمیںم کا انتیاز ناممکن ہے۔

اُور صرف پنجاب اور بہگال ہی پر کیا منحصر ہے۔ لک کے مشرقی سرے پر واقع آسام اور جنوبی سرے پر واقع کیرالہ کے لئے بھی یہ بات اتفاقی میتھ ہے یہ علاقے لک کے دو کناروں پر واقع ہیں اور یہاں مسلمان کافی تعداد میں آباد ہیں۔

لیکن اس سے قطع نظر تاریخی عمل نے لک کے وسطیٰ حصوں جیسے ولی، حیدر آباد اور بھنٹو، اور دوسرے بڑے بڑے شہروں جیسے بھی اور کلکتہ میں مسلمانوں کے تہذیبی مرکز قائم کر دیئے ہیں۔ ان چکھوں پر بھی مسلمان آبادی کے بھتیہ ہے کے ساتھ اپنے قابل فخر و رشی میں برابر کے حصہ دار ہیں۔ بھنٹو کے غیر مسلم باشندے تہذیب و شرافت اور درباری آنکھ و رسم و رسم کی ان روایتوں پر جو اولاد کے مسلم فدا بوں نے اپنے سمجھے چھوڑی ہیں آج بھی اتنا ہی فخر کرتے ہیں جتنا کہ مسلمان۔ اس طرح دہلی کا لال قلعہ محل فرماں رواؤں کی شوکت و عنظمت کا مرکز اور نشان رہا ہے اور اس وجہ سے تمام ہندوستان کے مسلمانوں کا مرکز نگاہ بنارہا ہے جنگ بھی تویی جنڈیاں پڑھائیں اور کام کرنے والوں کا مرکز بن جو ہا ہے۔ اور ہر سال اس جگہ یوم آزادی کی تقریب بڑی شان و شوکت سے منائی جاتی ہے۔

سرہند، اجیر، دہلی اور گلبرگہ میں مدفن مسلمان بزرگوں کی زیارت کے لئے تقریباً ساری دنیا کے مسلمان آتے ہیں۔ یہاں کے ہندو اور سکھ باشندے اُن کا خیر تقدم کرتے ہیں۔ احساس اظہار عقیدت میں شامل ہوتے ہیں۔ ہندوستان کی روایات ایسی ہی رہی ہیں اور ہر نشان دوست آدمی کی دل انواع میں ہو گی کہ یہ روایتیں اسی طرح باقی رہیں۔

اسلامی دنیا میں جگ

دنیا میں اسلامی زندگی اور تہذیب کے تین سب سے بڑے مرکزوں میں سے ہندوستان ایک سہی دنیا کے صرف دو ملکوں میں ہندوستان سے زیادہ مسلمان آباد ہیں۔ اندھونبٹیا میں مسلمان کی

آبادی سب سے زیادہ ہے اور ۹ کروڑ کے قریب ہے پاکستان دوسرے بزرگ ہے۔ اس کی سلم آبادی ۶ کروڑ ۳ لاکھ ہے۔ ہندوستان کا بزرگ تر اسے ہے اور یہاں تقریباً ۶ کروڑ مسلمان ہیں۔ دوسرے گھون میں مسلمانوں کی آبادی نسبتاً پت کم ہے۔ ترکی میں دو کروڑ ۸۰ لاکھ، مصر میں دو کروڑ ۳ لاکھ، ایران میں یک کروڑ ۷۰ لاکھ اور افغانستان میں یک کروڑ سے کچھ زائد مسلمان بنتے ہیں۔ سعودی عرب میں مسلمانوں کی تعداد ۴۰ لاکھ ہے، اور عراق کی سلم آبادی بھی اتنی ہے۔

۱۹۴۷ء کے بعد سے ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی تین کروڑ چاہس لاکھ سے بڑھ کر ۶ کروڑ ۵۰ لاکھ ہے۔ یعنی ان کی آبادی میں ۲۳ فیصد کا اضافہ ہوا جو کل کی عام آبادی کے شرح اضافے سے کمیں زیادہ ہے۔

دستوری تحفظات

ہندوستان کا دستور ۲۲ جنوری ۱۹۵۰ء کو نافذ ہوا۔ اس میں مسلمانوں اور دوسرے شہریوں کو اسلامی، مدنی، سماجی اور معاشی آزادی دی گئی ہے (دیکھئے ضمیر) اس کے تحت ہر شہری قانون کی نظریوں میں برائی ہے۔ اور مذہب، نسل، ذات، جنس یا جائے پیدائش کی نیاد پر کوئی اختیاز روانہ نہیں رکھا گیا ہے اور سرکاری ملازمتوں کے باسے میں یکساں موقع کی حفاظت دی گئی ہے۔

مسلمانوں اور ہندوؤں کے لئے مسجد اگانہ انتخاب کو ختم کر دیا گیا ہے۔ جد اگانہ انتخاب کی وجہ سے آپس میں بھوٹ پیدا ہوئی اور فیر ملکی حکومت کے آخری دور میں صحت مندوہ بیت پرداز نہ چڑھ سکی۔ اب لوگ دوٹ مذہب کے نام پر نہیں دیتے بلکہ اسیدوار کی دیاقت کو مد نظر رکھتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ وہ کس حد تک ملک کی خدمت کر سکتا ہے اور اس کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔

ہناتاگاندھی کی تقدیمات میں ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد ایشیا کی تاریخ میں ہمیشہ ایک متاز اور سفر دو اور تو بھی ہے گی۔ ان کی وجہ سے ہم اپنا دستور بنانے کے، مہاتما گاندھی نے ابھی اور صیہونی گروہ کے غیر معمولی ہتھیاروں کو استعمال کر کے بیز کسی خون خوار بے کے لئے کی آزادی حاصل کی۔ ہندو مسلم اتحاد کی خاطر پاڑھا انہوں نے اپنی زندگی خطرے میں ڈالی اور اس مقصد کے لئے تقدیم ہند کے بعد ہی وہ شہید کر فرمے گئے۔

تنے ہندوستان کی تحریت ایک مضبوط بنیاد پر تعمیر کی گئی ہے۔ اس تعمیر میں ہندو مسلم اتحاد کو نہایت اہم جگہ دی گئی ہے۔ اس دھلپنچھے کو شری جواہر لال نہرو نے استعفام بخشا۔ انہوں نے باز بار اعلان کیا تھا کہ وہ صرف اسی حالت میں ملک کے وزیرِعظم رہیں گے جب کہ تمام ہندوستانیوں کو کیاں حقوق حاصل ہوں گے۔ اس بیس سال کے عرصے میں متعدد مسلمانوں نے دوسرے ہندوستانیوں کے ساتھ پاکستان اور پہنچی جملوں کے دوران اپنے خون سے اس کی آبیاری کی ہے۔

پختہ ممتاز مسلمان

ہندوستانی جمہوریہ کے مسلمان شہری آزادانہ زندگی گزار رہے ہیں۔ بہت سے مسلمان اصلاحی دوں پر فائز ہیں اپنیں شہرت اور عزت ملی ہے۔ ملک کے تمام شہروں کے لئے بھو موقع موجود ہیں اس سے انہوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔ قادر وطن کی خدمت کے لئے وہ اپنی بہترین صلاحیتیں صرف کر رہے ہیں۔

ہندوستان کا دستور بنانے والی دستور ساز اسمبلی میں مسلمان ممبروں کی تعداد ۵۳ تھی۔ ایک بھروسہ محمد سعد العبد خاں دستور کی ڈرافٹنگ کیٹی کے مہر تھے۔ بہت سے مسلمان پارلیامنٹ اور ریاستی بجالس قانون ساز کے ممبر ہیں۔

آزادی کے بعد ہندوستان کی عوایی زندگی میں جن مسلمانوں نے نمایاں اور قابل ذکر

حصہ لیا ہے۔ ان میں ذاگر ذاگر حسین کا نام قابل ذکر ہے۔ ذاگر صاحب جامعہ ملیٹی اسلامیہ کے اور بعد میں علی گرد مسلم یونیورسٹی کے والنس چانسلر بننے کے لئے بچپن ہمار کے گورنر ہوئے اور ۱۹۷۶ء تک بھار کے گورنر ہے۔ ۱۹۷۲ء-۷۴ء کے دوران جمہوریہ ہند کے نائب صدر اور راجہہ بھاکے پیشہ میں رہے اور پھر میاں ۱۹۷۶ء کو صدر جمہوریہ منتخب کیے گئے جو تک کا سب سے بڑا عہدہ ہے۔

ہند کے سابق وزیر خارجہ سر محمد علی کریم چاہک بھائی باتی کو روٹ کے چین جبس تھے۔ بھروسہ امریکہ میں سفیر اور برطانیہ میں ہندوستان کے ہائی کمیشنر بنائے گئے۔ مرکزی کابینہ کے نمبر مونٹے کے ساتھ ساتھ راجہہ بھاکے "لیڈر آف دی ہاؤس" بھی تھے۔ وہ اقوام متحده میں اہم مباحثوں میں ہندوستان کے نمائندے کے طور پر حصہ لیتے رہے۔ جناب فخر الدین علی احمد فرگزی کا بینہ میں وزیر ایں پروفیسر ہائیں کبیر بھی کئی سال تک مرکزی کابینہ میں وزیر رہ چکے ہیں۔ ہندوستان کو اپنے من سپوتوں پر ناز ہے آن میں ایک مولانا ابوالکلام آزاد بھی ہیں۔ وہ ہماۓ در میان نہیں ہیں بلکن آن کا نام اب بھی تقریباً ہر شخص کی زبان پر ہے۔ آپ کئی بار کامگیری کے صدر ہوئے۔ اور آخری وقت تک مرکزی کابینہ میں تعلیمات اور سائنسی تحقیقات جیسے اہم شعبہ جات کے وزیر رہے۔ جناب رفیع احمد قادری مرحوم بھی مرکزی کابینہ کے اہم وزراؤں میں سے تھے۔ وہ کئی برسوں تک مرکزی حکومت کے وزیر ہے اور ایک کامیاب وزیر خوارک کی حیثیت سے انہوں نے بڑی شہرت پائی۔ بنیاد آئھف علی مرحوم امریکہ میں ہندوستان کے پہلے سفیر تھے۔ بعد میں وہ اڑیسہ کے گورنر بنائے گئے۔ ایک دوسرے مسلمان سرکر خیدری آسام جیسے سرحدی صوبے کے گورنر ہے۔ مسلم یونیورسٹی کے والنس چانسلر نواب شاہی یا درجنگ امریکہ میں ہندوستان کے سفر نامزد کئے گئے ہیں۔ — حافظ محمد ایاں اسم پنجاب کے اور جناب محمدی نواز جنگ گجرات کے گورنر تھے۔ کشیر کے وزیر اعلیٰ خواجہ غلام محمد صادق ہیں۔ دوسری ریاستوں میں ۲۰۰۰ کے قریب سامان وزیر

اور نائب وزیر ہیں۔

وزارت خارجہ اور سفارتی سرویز میں بھی مسلمان کو مناسب نایابگی حاصل ہے۔ ذکر مسید محمود کو برسوں تک وزارت خارجہ میں مندرجہ اسٹیٹ کی حیثیت سے کام کرچکے ہیں۔ جناب محمد علی کرمیم بھائی چھاٹکلہ عرصہ پہلے تک ہمارے وزیر خارجہ تھے۔ دریائے مندھ کے پانی سے متعلق ہندستان کی جانب سے اس ناٹک اور ایم ملٹی میں گفت و شنید کرنے والے حافظ محمد ابراہیم تھے جو اس وقت وزیر آب پاشی اور بجلی تھے۔ بہت سے اہم ہندوستانی مشنوں کے سربراہ مسلمان تھے اور اب بھی ہیں۔

وزارت خارجہ اور غیر طکوں میں واقع سفارت خانوں میں بہت سے مسلمان اعلاء ہوئیں پراناؤز ہیں۔ اقوام متحده اور اس سے متعلق تنظیموں میں بھی بہت سے مسلمانوں نے ہندوستان کی نایابگی کی ہے۔

عدلیہ میں بھی مسلمانوں کو معقول نایابگی حاصل ہے کیونکہ مسلمان ملک کی سب سے بڑی محکمہ پریم کورٹ کے چیف ہے ہیں اور سربراہیت اللہ ان دنوں ہندوستان کے چیف جیش ہیں۔ بہت نے مسلمان ہندوستان کی قیمت اکی کورٹوں میں بوج ہے ہیں۔ سرخیل احمد اویسیہن کورٹ کے چیف جیش تھے اور سر فضل علی پشنہ ہائی کورٹ کے چیف جیش تھے۔

ذویں ملکے میں بھی مسلمانوں کو اعلیٰ جگہوں پر مامور کیا گیا ہے۔ آزادی کے فوراً بعد نو شہر کے بجاہد بریگڈیٹر محمد عثمان وہاں معین ہندوستانی افواج کے کمانڈر تھے۔ وہ مشنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے مادر وطن پر نکلا در ہو گئے۔ ابھی حال میں حولدار عبدالحمید نے پاکستانی عملے کا مقابلہ کرتے ہوئے جامِ ثہادت نوش کیا اور بہادری کا سب سے بڑا اعزاز "پرم ویچک" حاصل کیا۔

جناب این۔ ایں احمد یونیں پبلک سروس کیشن کے عمر ہیں جو کہ آل انڈیا اور مرکزی فوج

کے لئے امیدواروں کا انتخاب کرنی ہے۔ پہلے جناب اے ہے میعنی، جناب ایس ایک خبیروں جناب جمادی حسین یونیورسٹی پبلک سرکشی کے ممبر ہے چکے ہیں۔ ریاستوں کے پبلک سروس کمیشن میں بھی سلان سبراں ہیں۔

سیاسی زندگی

ملک کے سیاسی معاملات میں ہندوستان کے مسلم شہری موثر آواز رکھتے ہیں مسلم صنافیوں کو آزادی تحریر کی وہی اجازت ہے بود دوسروں کو ہے۔ ہندوستان کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں مسلمانوں کے اپنے روزنامہ نکلتے ہیں مسلم اوقاف کی جانب ایجادیں برقرار ہیں اور ان کے انتظام و انصار مکے معاملے میں مسلمانوں کو مکمل آزادی حاصل ہے حتیٰ کہ آل انڈیا مسلم لیگ بھی جس نے ملک کی تقسیم کا مطلبہ کیا تھا۔ ایک سیاسی جماعت کی حیثیت سے موجود ہے اور کام کر رہی ہے۔ اس سلسلے میں قدرتی طور پر یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کو تقسیم ہی کیوں کیا گیا۔ ایک افسوسناک واقعے کے بعد ملک میں میل ڈاپ اور ایکتا کا ایک نیا دور کس طرح شروع ہوا؟

آزادی کی چدروں جہد میں حصہ

ملک کو غلامی سے نجات دلانے میں مسلمانوں نے بڑا نامیان اور قابل ذکر حصہ لیا ہے۔ ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی جسے انگریزوں نے خدا کا نام دیا تھا آخری مغل یاد شاہ بہادر شاہ کے نام پر لڑائی گئی ان کے جنڈے تھے ہندو اور مسلمانوں نے مل کر یہ جنگ رکھی۔ مولوی احمد العبد شاہ، صاحبزادہ فیروز شاہ، اور خان بہادر خاں، جنگل سخت خاں اور ایسے رہنماوں نے حضرت محل اور رانی بخشی بانی بھارتی کے شانہ پہ شانہ اس جنگ میں حصہ لیا۔

۱۸۸۵ء سے ۱۹۳۷ء کے دوران میں انڈین نیشنل کانگریس کے جنڈے تھے آزادی کی

جو ۶۲ سالہ جنگِ لڑائی گئی اس میں بھی مسلمانوں کا حصہ کمی طرح غیر اسلام نہیں ہے۔ شیعہ الہند محلاتاً محمود احمد، مولانا عبید الدین سندھی اور مولانا حسین احمد مدفی اور دوسرے رہنماء جنگ آزادی کی جدوجہد میں پیش پیش رہے تھے جس کی قیادت بعد میں مہاتما گاندھی نے لے کی۔

کانگریس کے قیام کے آغاز سے ہی ہندوستانی مسلمانوں نے اس تنظیم میں بڑا نامیار اور امام حصہ لیا۔ جناب بدال الدین طیب جی نے ۱۸۸۷ء میں مدرس میں کانگریس کے تیرے سالانہ اجلاس کی صدارت کی تھی۔ کانگریس کا بارہواں سالانہ اجلاس ۱۸۹۶ء میں کلکتہ میں ہوا تھا۔ جس کی صدارت جناب رحمت اللہ سیافی نے کی تھی۔ انتیسوال سیشن ۱۹۱۳ء میں کراچی میں ڈاکٹر محمد بہادر کی زیر صدارت ہوا تھا۔ بیانی کے ۱۹۱۸ء کے خاص سیشن کی صدارت مسٹر حسن امام نے کی تھی۔ حکیم اجمل خاں سینتویں اجلاس کے صدر تھے جو ۱۹۲۱ء میں احمد آباد میں ہوا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے ۱۹۲۲ء میں دہلی میں کانگریس کے خاص سیشن کی صدارت کی تھی۔ کانگریس کا انتالیسوال اجلاس کو کوناڈا میں ۱۹۲۳ء میں ہوا جس کے صدر مولانا محمد علی تھے۔ مدرس میں انتالیسوال سیشن ۱۹۲۷ء میں ڈاکٹر مختار احمد انضاری کی صدارت میں ہوا تھا اور ۱۹۳۰ء میں مولانا آزاد نے رام گورنمنٹ متفقہ ۵۲۵ ویں اجلاس کی صدارت کی تھی۔ اس کے بعد مولانا آزاد پھر کانگریس کے صدر ہوئے۔

یہ اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ نئے ہند کی تعمیر میں مسلمانوں نے بہت نامایاں حصہ لیا ہے۔ مولانا آزاد نے ہری صدر کانگریس کی حیثیت سے برطانوی وزارتی مشن سے ہندوستان کی آزادی کی بات چیت میں ہندوستان کی نایندگی کی۔ ان بڑے بڑے رہنماؤں کے ملاوہ لاکوڑی کی گتی میں عام مسلمانوں نے انگریزی حکومت کے خلاف جنگ کی اور ما درِ ملی کے لئے ہر قسم کے ذکر جھیلے۔

پھوٹ ڈالا اور حکومت کرو۔ انگریزوں کی پالیسی

چون کہ ۱۸۵۷ء میں آزادی کی پہلی جنگ دہلی کے مغل بادشاہ کے ہندوستانے تھے لہلی گئی تھی اس نے بھلاظی حکمرانوں نے پہلے پہل ارادتاً مسلمانوں کی طرف بڑا سخت روایہ رکھا اور اس بات کی کوشش کی کو کم میں ان کو غیر موثر بنادیا جاتے۔ بعد میں انہوں نے ہندوستان کی آبادی کے مختلف طبقوں میں پھوٹ ڈالنے کی اور اختلاف پیدا کرنے کی کوششیں کیں۔ "پھوٹ ڈالا اور حکومت کرو" کی یہ پالیسی حاں بوجھ کر بنائی گئی۔ اور برتاؤزی افسروں نے اس پالیسی پر سمجھی سے عمل کیا۔

ہیسوں صدی کی ابتداء میں انگریزوں نے میونپلیشیوں وغیرہ میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے جداگانہ اتحادیات کا طریقہ رائج کیا۔ اس کا یہ مضر اڑہ ہوا کچھ لوگ یہ سمجھنے لگے کہ مسلمان دیگر ہندوستانیوں سے الگ ایک علیحدہ قوم ہیں ان رجحانات کو ہوا دینے کے لئے مسلمانوں کو ملازمتیں اور خطا باتیں وغیرہ دینے میں خاص رعائیں کی گئیں ان اقدامات سے علیحدگی پسندی اور فرقہ پرسقی کے رجحانات کو تقویت پہنچی اور یہ بینا دی جیقت بھلا دی گئی کہ ہندو اور مسلمان صدوں سے گاؤں اور شہروں میں مل جمل کر رہتے تھے ہیں اور ان کا تعلق کم و بیش ایک ہی فل سے ہے۔

تقسیم اور اُس کے بعد

کانگریس شروع سے ہی فرقہ دارانہ اتحاد اور سیں لاب کی حامی رہی ہے اور قدرتی طور سے وہ ایسی باتوں اور نظریوں کے خلاف تھی اُس نے ملک کو آزاد کرانے کے لئے جنگ دی اور اتحاد و دوستی کا سبق پڑھا یا۔ نہاروں مسلمان اس میں شامل ہوئے اور آزادی کے لئے

۔ لٹے۔ ہا تما نگاہ بھی نے جھپیں شرطی سے راستہ پتا کھہا جاتا ہے ملک کے ٹوارے کے بعد بھی ہندو مسلم اتحاد کو قائم رکھنے کی سرگرمی کو شیش کی جتی کہ اس عظیم مفہوم کے لئے اپنی جان بھی دے دی۔ آن کی بے شال قیادت اور پرانی شخصیت کی بدولت ہی بھائی چاۓ سے اور میں طاپ کی فضاملک میں قائم ہوتی اور رواداری کا حصہ ہندوستانی سیاست کی بنیاد بن سکا۔

تقسیم کے فوراً بعد ہندوستان کے وزیر اعظم شری جواہر لال نہروں نے ایک تقریب میں اعلان کیا ہم تمام لوگ خواہ ہمارا تعلق کسی مذہب سے ہو یکساں طور سے ہندوستان کے سپوتوں ہیں۔ ہم فرقہ پستی یا تنگ نظری کی ہمت افزائی نہیں کر سکتے کیونکہ کوئی قوم بوجیاں دعویٰ میں تنگ نظر ہو کبھی ایک عظیم قوم نہیں بن سکتی۔ ملک کی تقسیم اور پاکستان کے وجود میں آجانے کے بعد بھی ہندوستان میں پانچ کروڑ مسلمان رہتے ہیں اور انہیں شہریت کے تمام حقوق حاصل ہیں۔ تقسیم سے فوراً بعد کے زمانے میں حالانکہ فضاظ ہرگز دھتی بیکن اس نازک اور سخت وقت میں بھی نئے ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ گیا کہ وہ لوگ جو فرقہ دارانہ پاپینگڈے سے متاثر ہو کر ترکِ دہن کر چکے تھے انہیں اعتماد بھی بحال ہو گیا۔ اور بہت سے لوگ ہندوستان میں اپنے اپنے گروں کو والپس آگئے۔

الٹوٹ حکتمہ

مسلمان اس ملک کی معاشری سماجی تہذیبی اور سیاسی زندگی کا انوکھا حصہ ہیں۔ شہروں میں عام مسلمان امن و سکون سے اپنے کار و بار میں لگے ہوئے ہیں۔ دیہات میں کاشتکاروں اور زمینداروں میں ہندو اور مسلمان دونوں شامل ہیں۔ اور دو لوگ ہی ایک طرح کا میکس ادا کرتے ہیں اور تو سیعی اور قیاقی اسکیمیوں سے بچان طور سے منفید ہوئے ہیں۔ جو دیہی ہندوستان کو خوش حال ہلانے کے لئے عمل میں لائی جا رہی ہے

ہندوستان کے اسٹاک اجھیں جو میں مسلمان خجھ اور بوجہ سے اپنے ہندو بھائیوں کے ساتھ سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں۔

سماجی محافظے سے مسلمان اس طبقہ کا ایک اٹوٹ حصہ ہیں اور انھیں دوسرا ہو گوں کے ساتھ بالکل برابری کا درجہ حاصل ہے ہندو اور مسلم ائمپری کے امتراج سے ایک بلا جلا خوشگوار پھر وجود میں آیا ہے ظاہری صورت، لباس اور رسم و رواج کے محافظے سے دونوں اس طرح تحریک مل گئے ہیں کہ ہندو اور مسلمان کی تیز مشکل ہے دیہات میں بھی ہندو اور مسلمان کسان اور کاشتکار میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں کیا جاسکتا۔

حکومت کے ذریعے کھو لے گئے یا حکومت کی امداد پانے والے تعلیمی اداروں میں مسلمان طالب علموں کو وہی مراعات حاصل ہیں جو دوسروں کو۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کے اپنے تعلیمی ادارے تقریباً تمام ریاستوں میں موجود ہیں۔ ان اداروں کو حکومت مالی امداد دیتی ہے۔ مثال کے طور پر مسلم یونیورسٹی اور سنسنی علی گڑھ کے اخراجات کا بڑا حصہ حکومت ہند پرداشت کرتی ہے ساس اداۓ میں جو غالباً دنیا میں اپنی قسم کی بے بُری صہیم یونیورسٹی ہے، قریباً پانچ ہزار طالب علم جدید ادبیات و سائنسی مضامین کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اس یونیورسٹی میں انگریزی، میڈیکل اور ٹریننگ کالج بھی ہیں۔ روکیوں کے لئے بھی ایک کالج ہے۔ ہندو پاکستان کے بہت سے متاز مسلمانوں نے اس یونیورسٹی میں تعلیم پائی ہے۔

دستور میں اردو کو جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے میں ملک کی حیثیں یادگار ہے۔ دوسری علاقائی زبانوں کے برابر درجہ دیا گیا ہے۔ یہ ایک زندہ اور ترقی پذیر زبان ہے اور خاص طور سے فلموں اور اخبارات کے ذریعے اس وسیع نیم برعظم کے دو گوں کے درمیان جذبہ باقی ہے اور ارتباط پیدا کرنے میں اہم حصہ لے رہی ہے۔

عبدالفطر، عیدِ الفتحی اور حرم کے موقعوں پر سائے لگائیں سرکاری دفاتر بند نہ ہتے
ہیں۔

یہ باتیں اس بات کی نشان دہی کرتی ہیں کہ ہندوستان کے مہوری دستور کی سیکور
نوعیت کی وجہ سے ہندوستان کے ہ کرڈ مسلمان باعوت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور ترقی اور
خوشحالی کے سامنے دروازے آن کے لئے کھلے موئے ہیں۔
اگلے ابواب میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ اس ملک میں زندگی سے مختلف شعبوں
میں مسلمانوں کا کیا حصہ ارہا ہے۔

دوسرا باب

مک میں باعثت جگہ

بڑی مہموں چانجین سے اس بات کی تصدیق ہو گئے گی کہ ہندوستان میں مسلمانوں کو اختیار و عزت کی وجہ میں حاصل ہیں وہ محض آٹا و کاشتا لیں نہیں ہیں بلکہ ہندوستانی زندگی کی ہر سطح پر انہیں باعثت جگہ میں حاصل ہیں۔ مسلمان افسر، بینچ، سرپریچ، ٹیچر، وکیل، ڈاکٹر، تاجر صنعت کارا اور سوشنل ورکر بھی ہیں۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ملک کی تہذیبی زندگی میں، فلم، ادب شاعری، ڈرامہ، موسیقی اور آرٹ میں اُن گنت مسلمانوں کے نام تاریخ کی طرح پچکتے ہیں۔

ہندوستانی مسلمانوں کی زندگی کے واقعائی جائزے سے مندرجہ ذیل حاتمی سانے آتے ہیں۔

مئی ۱۹۴۷ء میں ڈاکٹر ڈاکر حسین صدر جمہوریہ ہند چنے گئے۔ جو ملک کا سب سے بڑا عہدہ ہے جناب محمد علیٰ کرم چاہکہ وزیرِ تعلیم کے بعد ملک کے وزیر خارجہ رہے۔ اس قسم کشاوون سے اس سچائی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہندوستان کی سیکولر جمہوریت میں قابل اور ہم مسلمانوں کو اپنا صحیح مقام حاصل کرنے میں کوئی دشواری نہیں۔ ڈاکر ڈاکر حسین کو ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کا سب سے بڑا اعزاز از بھارت رتن عطا

کیا گیا۔ ہندوستان کا دوسرا بڑا اعزاز پرم دیپشوی نواب ہندی نواز جنگ کو ۱۹۴۵ء میں دیا گیا۔ اسی سال ہمدرد دو اخانے کے متولی جناب عبدالحید کو پرم شری کا اعزاز تلا ۱۹۴۳ء میں پرم بجوشن کا اعزاز پرد فیر آف سٹلیس ڈاکٹر عبدالحق اور دانتوں کے ڈاکٹر رفیع الدین احمد اور علی محمد کے ہاتھ تطیم شیخ عبدالستار اور دله کے میر تو ز الدین احمد کو ملا۔ ۱۹۴۵ء میں یہ اعزاز ایکر علی خاں اور پرد فیر محمد حبیب کو ملا۔ ۱۹۴۳ء میں فلم پرد فیسٹر جبوب خان اور کرکن کے کھلاڑی مشتاق علی، اردو کے مشہور نقاد رشید احمد صدیقی کو پرم شری کا اعزاز ملا۔

مُسلمان اور فنون الطیفہ

ہندوستان میں فنون بطيہ کو ترقی دینے کے لئے پہلے پہل جواہار آکاڈمی قائم کی گئی تھوڑے
شگفتہ نامک آکاڈمی تھی۔ اس آکاڈمی نے اسٹاد علاء الدین خاں اور اسٹاد حافظ علی^ت
خاں کو اپنا فیلو بنایا۔

جب سے اکادمی نے سالانہ اعزاز دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ مسلمان گورنمنٹ اور سانحہ کو برابر اعزاز دیا گیا ہے جیسا کہ اس فہرست سے ظاہر ہو گا۔

سال اعزاز پانے والوں کے نام

۱۹۰۱ اُستاد شاہ عین خاں (رگانے والے)

اشتاد علاء الدین خان (ساز بجاتے والے)

۱۹۵۲ اُستاد حافظ علی خاں (گانے والے)

۱۹۵۲ء استاد رجب علی خاں (گانے والے)

اُستاد احمد جان تھر کوا (رسانہ بجا نے والے)

1955	استاد سبل اللہ خاں (رشہناٹی)
1956	شریعت رسول نہائی (رکانے والی)
1957	استاد یوسف علی خاں (ساز بجانے والے)
1958	استاد جہانگیر خاں (ساز بجانے والے)
1959	استاد وحید خاں (ساز بجلنے والے)
1960	استاد ارجمند حسین خاں (کلتے والے)
1961	استاد پُرے غلام علی خاں (رکانے والے)
1962-63	استاد اکبر علی خاں (ساز بجانے والے)
1962-63	استاد رحیم الدین داگر (رکانے والے)

ڈرامہ کے لئے ایوارڈ دینے کا فیصلہ پہت بعد میں کیا گیا۔ اس فیصلے کے بعد سے
ستردجہ ذیل مسلمانوں کو یہ ایوارڈ دیا گیا۔

1959	شرف خاں (زادا کاری)
1960	قاسم بخاری میر (ہدایت کاری)
1961	ابراهیم ال قاضی (ہدایت کاری)

حال ہی میں ابراہیم ال قاضی کو یہ شریعت کا اعزاز بھی دیا گیا ہے۔

محضوری

جن مسلمانوں کو حالیہ برسوں میں اپنی ذکاری کے لئے ایوارڈ ملے اور جنہوں نے
شهرت پائی ہے ان میں ایم ایف حسین، ایس ایچ رضا، اے اے زیبا، اے ملیکہ محمد شیخ
ابر پسی، بے سلطان علی، غلام رسول سنتوش، غلام محمد شیع اور سیدین محمد قابی ذکر
میں۔ اس میدان میں مسلمان خور تیں بھی پیچے نہیں ہیں۔ ان میں امینہ احمد زہرو رحمت اللہ

رومانہ فتح علی، صدیقہ بلگرامی اور فاطمہ احمد کا نام لیا جاسکتا ہے۔

ایم ایفٹ حسین نے ۱۹۵۵ میں لٹ کلا آکادمی کا انعام جیتا۔ ۱۹۵۸ میں اکادمی کی طرف سے اُن کے فن کو سراہا گیا۔ ۱۹۶۱ میں وہ سڈیاشر کمپنی کے ممبر تھے۔ وہ لٹ کلا آکادمی کے قیام (۱۹۵۲) کے وقت سے اس کی جزوی کونسل کے ممبر بھی رہے ہیں۔ انہیں ابھی حال ہی میں پرم شری کا اعزاز ملا ہے۔ المیلکر کو ۱۹۵۷ اور غلام محمد شیخ کو اور اکبر پیر پسی کو ۱۹۶۲ میں اکادمی کا ایوارڈ ڈیل۔ اکادمی کے ذریعے میں سلطان علی، زیبا اور رومانہ فتح علی کے تصویریں شامل ہیں۔

فلم اور حصیل کو د

ملانا ہندوستان کی سب سے دولت منداور با فرشتہ فلم انڈسٹری میں بڑی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ دلیپ کار، مینا کاری، وحیدہ رحمان، سائرہ بانو، محمد رفیع اور تو شاد کا نام ہی کسی فلم کی شاندار کامیابی کی صفات ہے بمحبوب خاں جن کا استعمال حال ہی میں ہوا ہے۔ فلم سازی کے میدان میں بڑی شہرت کے مالک تھے، اداکاروں میں یوسف خاں، اسٹار کرڈوں میں ہوا ہے۔ فلم سازی کے میدان میں بڑی شہرت کے مالک تھے، اداکاروں میں یوسف خاں، رحمان، اور حسین، جانی واکر، آغا اور محمود اور ایکروں میں نگس، جہبی آرا، نمی، ممتاز اور نریما نشیل میں وحیدہ رحمان، سائرہ بانو، چاند عثمانی اور سعیدہ خان۔ داگر کرڈوں میں ہم اسٹار کے، بھیاس اور ناصرین اور مکالمے اور کتابنے مکھنے والوں میں ساحر لدھیانوی، آغا جمال، ہاشمی، نواجہ احمد عباس، کمال امرودی، آہستا پوری، شیخل، بمدرج، خمار وغیرہ جیوڑک اور داگر کرڈوں میں تو شاد، ہلی اکبر خاں اور پٹے بیک کانے والوں میں محمد رفیع، طلعت محمود، نریما اور مبارک بیگم اور کبھی کبھی استاد بڑے غلام علی خاں اور استاد امیر خاں جیسے فلمیں موسمی قارئیں دنہتے کے مشہور اور بادقا نام ہیں۔

مدرسہ جمہوریہ ہر سال بہترین ہندوستانی فلم کو طلاقی متنہ عطا کرتے ہیں۔ ۱۹۹۲ء میں یہ تقدیم خواجہ احمد عباس کو ان کی فلم "شہزاد پستا" کو دیا گیا۔

فلموں کے علاوہ تفریح کے دو مرے میدانوں میں بھی مسلمان بڑے ممتاز ہیں۔ بک نک سے ٹیکٹ بھپوں میں نواب پودھی، عبیاس علی بیگ اور سلیم دزاں کافی شہرت حاصل کر جکے ہیں۔ مستقبل میں آنے سے پڑی امیدیں والبستہ ہیں۔ ہندوستان کی فٹ ہال نیم نے جگارتا (انڈوپیٹا) میں جمپین شپ بھتی تھی۔ اس نیم کی ترینگ ہدایتے دار لے رہی تھی۔ ٹیکٹ میں بھی آندھرا اور بنگال کے مسلمان کھلارڈی شامل تھے۔ ٹیکٹ میں اختر علی ہندوستان کے چند کھلارڈیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آدھے درجن کے قریب مسلمان ہائی کے اعلاء درجے کے کھلارڈی ہیں۔

مختلف پیشے اور مسلمان

انیسویں صدی میں کسی قوم کی ترقی کا معیار یہ تھا کہ تعلیم، وکالت اور تصنیف و تایفون کے میدان میں اسکا درجہ کیا ہے۔ بیسویں صدی میں اب یہ پایا نہ سُنس، انجینئنگ اور نیکنا بوجی میں ترقی ہے۔ چدید ہندوستان کے مسلمانوں نے ان دونوں میشوں میں قابلِ قدر ترقی کی ہے۔

چدید دور میں مسلمانوں نے تعلیم کے میدان میں پڑی غیر معمولی خدمت انجام دی ہے۔ مولانا ابوالکلام جیسے مدیر اور اسکالر کے علاوہ چدید ہندوستان کو ڈاکٹر ڈاکٹر حسین صدر ہند جیسے اعلاء درجے کے ماہر تعلیم پر فخر ہے۔ پروفیسر ہماں کبیر جو حال تک مرکزی ہی کابینہ میں وزیر تعلیم کے میدان میں شہرت رکھتے ہیں۔ خواجہ غلام الحسین سائبیں سیکرٹری، وزارت تعلیم جو بعد میں ایجوکیشن کمیشن کے ممبر بھی منتخب کئے گئے تھے۔ ڈاکٹر عابد حسین ہندوستانی ٹکٹھا اور اردو ادب پر پڑی گہری نظر رکھتے ہیں۔ پروفیسر محمد حبیب، وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ تعلیم کے میدان میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر اے اے اے میفنی کیمپرچر یونیورسٹی کے

فیلو تھے۔ اس سے پہلے وہ کشیر یونیورسٹی کے جائس چانسلر، صدر اور ڈکٹر کی میں ہندوستان کے سفر اور یونیورسٹی میں بھی سروسز کے میر رہ جکے ہیں۔ جبکہ میں ہندوستان کے سفر جاتا ہم سعوم اور عراق میں یونیورسٹی کی طرف سے متقرر کئے تھے۔ ماہر اسلام اور کالمی صاحب کے ملا وہ بہت سے دوسرے مسلمان اس میدان میں ممتاز ہیں۔

ہندوستان میں کئی نامی گرامی مسلمان بیرون ہیں۔ سرسلطان احمد گل ہند شہرت کے انتہے اور چند سال پہلے پہنچنے میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ سر جنگ جنگ امام سپریم کورٹ کے بعد تھے اس وقت سر جنگ ہدایت اللہ سپریم کورٹ کے چینج جنگ ہیں۔ بہت سے ماہر قرآنی سیاست میں شامل ہو گئے ہیں۔ سر ایم سی چاکر ببی ہائی کورٹ کے سابق جنگ ہیں۔ یوپی کے سابق کابینہ کے وزیر الفاقہ سید علی ظہیر یوسفی ایک نامور بیرون ہیں۔ جناب نور الدین احمد (بیرون) تھنا یار دہلی کے میر چھٹے ہیں۔ پہنچ ہائی کورٹ کے سابق نجج اور اڑیسہ ہائی کورٹ کے سابق چینج جنگ جناب نعلیل احمد اس وقت بہار کی کابینہ کے ایک رکن ہے۔ مدعاہد ہائی کورٹ کے سابق نجج جناب بشیر احمد سعید بہت سے تعلیمی اداروں کو چلا ہے ہیں۔

قیرواباب

اُردو، فارسی اور عربی کی تعلیم

ہر ریاست میں مسلمان اپنے ملائقے کی زبان بولتے ہیں۔ پھر بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اُردو اُن تمام لوگوں کی اوزنک کے لاکھوں دوسرے افراد کی ایک مشترک زبان ہے۔ یہ زبان عربی، فارسی، ترکی اور متعاقبی زبانوں کی آمیزش سے پیدا ہوئی۔

غیر مسلم رہندا، سکھ، ہین اور عیسائی (بھی اس زبان کو عزیز نہ کہتے ہیں اور اپنی زبان کو طرح مالا مل کرنے ہیں دراصل وہ بھی مسلمانوں ہی کی طرح اس زبان کو ترقی دینے اور اس کے ادب کو فروغ دینے میں برابر کا حصہ لے رہے ہیں۔

اُردو ایک بہت ہی ملائقوں کی زبان ہے کیوں کہ یہ ہندوستان کے کسی خاص ملائقے تک محدود نہیں ہے۔ جیسا کہ دوسرا ملائقائی زبانیں ہیں بلکہ تقریباً سائے ملک میں ہی بولی اور بھی چاہی ہے۔ اس کا سبب تاریخی ہے، چناب، دریا، اودھ اور دکن نے اس زبان کو ترقی دینے اور اسے مالا مال بنانے اور پھیلانے میں برابر کا حصہ بیا ہے۔ ابتداء میں انگریز بھی آخری غسل تاحداروں کی طرح اس کی سر پستی اور بہت افزائی میں پیش پیش تھے۔ اس طرح یہ زبان سیاسی وحدت کی علامت بن گئی۔ جانشہ، دہلی، آگرہ، بکھنوا، الہ آباد، پٹیا، گیا، اور کلکتہ کے علاوہ سجھو پال، بیٹی، حیدر آباد، بنگلور، مدراس اوزیمی اُردو کے مشہور مرکز ہیں۔

اُردو کی ہمہ میری کا اندازہ اخبارات کے رجسٹر کے سالانہ جائزے سے ہوتا ہے۔

1943 سے 1949 کے درمیانی پانچ سالوں میں اُردو میں شائع ہونے والے ماہناموں میں ۷۰۳ کا اضافہ ہوا۔ بقیہ واروں کا اضافہ اور ۴۳ فیصد ہی ہو کہ مندرجہ ذیل اعداد شمار سے ظاہر ہے۔

سال	روزنامہ	ہفتہ وار	اُردو کے مل جواند
1949	۴۲	۲۳۹	۵۶۷
1940	۶۳	۲۴۶	۴۰۶
1941	۴۴	۲۴۶	۴۰۱
1942	۴۶	۳۲۱	۴۴۲
1943	۴۲	۳۰۸	۷۱۶
1944	۴۸	۲۲۲	۷۰۲

کل اُردو جریدوں کی اشاعت میں ۸۱۸۵۸ فی صد ہی کا اضافہ ہوا ہے۔ ۱۹۴۲ سے ۱۹۴۹ کے درمیانی عرصہ میں روزانہ اخباروں کی اشاعت میں ۸۰۷۱ فی صد اور ہفتہ واروں کی اشاعت میں ۷۰۶۳ فی صد اضافہ ہوا۔

صرف انگریزی اور ہندی میں شائع ہونے والے اخبارات اور ماہناموں کی تعداد اُردو کے ماہناموں اور اخبارات سے زیادہ ہے، ورنہ دستور میں صحیح زبانی ہیں اُردو کے اخبارات اور رسائل کی شاعت ان دیگر درجن بھروسائوں سے کہیں زیادہ ہے۔ ۱۹۴۳ میں اُردو روزناموں اور رسائل کی تعداد ۲۷۷۷ تھی اس سعپریسال ان کی تعداد ۱۶۷۷ تھی۔ دوسرا نمبر بیکالی کا ہے جس کی تعداد ۴۰۵۵ اور ۵۵۲۵ ہے۔

اس سے ظاہر ہوا ہے کہ اردو آج بھی ہندوستان میں اتنی ہی مقبول اور رائج ہے جتنی کہ پہلے
تھی۔ ایک اردو ماہنامے کی اشاعت ... ۱۹۰۷ء ہے جو کہ بیکانی گجرات اور آدمی درجن دوسری
زبانوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ ہے بنزوں اور حالات حاضرہ سے متعلق شائع ہونے
والے اردو ماہناموں کی تعداد انجریتی ہی اور بیکانی کے مقابلے میں دوسرے نمبر پر ہے۔

ستقیم پاک بکوں نے اردو ادب کو مقبول بنانے میں نمایاں خدمت انجام دی ہے اگرچہ ان
میں زیادہ تر جا سو سی اور رومنی ناول ہوتے ہیں لیکن کچھ ادب کتابیں بھی ہیں۔ دیوانِ فالب کی
ایک اشاعت میں ہزاروں کا پیار ہی ہے۔ اردو کی سلیمانی سے نکال گئی مستند کتابیں اور
خاص طور سے شاعری نے اس کے ادب کو خاص و عام تک پہنچایا ہے۔

فلم

فلمی صفت میں اردو کا اثر بہت نمایاں ہے۔ ہندوستانی فلموں کے لئے لفکنے والے
منظرنگار، مکالمہ نویس اور گیت کار اردو کے مشہور مصنف اور شاعر ہیں۔ ان میں خواجہ
احمد عباس، راجندر سنگھ بیدی، کرشن چندر عصت چنٹائی، آغا جانی کاشمیری، صفدر آہ
شکیل بدزاونی، ساحر الدھیانی، بخروج سلطان پوری، اور خمار بارہ بکھی کے نام قابل
ذکر ہیں۔

فلموں نے غزوتوں اور قوالیوں کو اتنا مقبول بنادیا ہے کہ وہ ہندی ادب پر بھی
اثر انداز ہونے لگی ہیں۔

ہندی رسم الخط میں اردو کی چند ترجمہ شدہ کتابیں دس یا اس سے زیادہ بار شائع ہو
چکی ہیں۔

وزارت اطلاعات و نشریات کا فلم ڈوٹ ن اردو میں دستاویزی فلمیں اور ہر مفت نیوز

ریلیں تیار کرتا ہے جو نہیں سارے ملک کے سیناگھروں میں دکانی جاتی ہیں۔ ریاستی اور مرکزوی حکومت کے چلتے پھر نے سیناگھر بھی ان غلوں کی نائش کرتے ہیں۔ آں انڈیا ریڈیو نے بھی اپنے پروگراموں میں اردو کو اہم جگہ دی ہے۔ آں انڈیا ریڈیو کا دہلی اسٹیشن روزانہ اردو خبروں، فیچروں اور تبصروں کے ملادوہ اردو کے بہت سے پروگرام نشر کرتا ہے کبھی مشاعرے فشر کئے جاتے ہیں اور کبھی دُر لئے کبھی ادبی مباحثے ہوتے ہیں اور کبھی قفر بیں بزمیکار دوچانے والوں کی دھپی کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ دہلی کے ملادوہ مکتبہ، ہمالندھر، حیدر آباد، کلکتہ، پٹیالہ، جموں اور سری نگر سے بھی اردو پروگرام نشر کئے جاتے ہیں۔

خدمات کا اعتراف

وزارت تعلیم ہر سال دیگر علاقوائی زبانوں کے ساتھ سامنہ اردو میں مختلف موضوعات پر بحثی بحثی کتابوں کو انعامات دیتی ہے۔ مرکزی اور چند ریاستی حکومتوں نے اردو، عربی اور فارسی کے سکالروں کی پیشیں اور وظیفہ مقرر کر رکھے ہیں۔

سائبی آزادی بھی دوسری علاقوائی زبانوں کی طرح ہر سال اردو کی بہترین کتاب پر سانچزار روپے کا انعام دیتی ہے۔ ۱۹۵۵ سے لے کر اب تک مندرجہ ذیل ادیبوں اور شاعروں کوہ انعام حاصل کرنے کا انتخاب حاصل ہوا ہے۔

جناب نظرحسین خاں	۱۹۵۵
ڈاکٹر عبدالحسین	۱۹۵۴
ڈاکٹر خاچہ محمد فاروقی	۱۹۵۷
جناب جگ مراد آبادی	۱۹۵۸
جناب سید مسعود حسین رضوی	۱۹۵۹

جانب فراق حور کھپوری	1940
جانب امتیاز علی عرشی	1941
جانب اختر الایمان	1942
خواجہ غلام السیدین	1943
آنند نماں سٹلا	1943
راجندر سنگھ بیدی	1945
قرۃ العین حیدر	1946

سائبیہ اکادمی کے انتظامیہ بورڈ میں ہمایوں بکریا کے جی سیدین، اور آن احمد سرور شاہ میر
ہمایوں بکریہ تھوڑی اور بیکالی کے مشادرتی بورڈ کے بھی ممبر ہیں۔ یہ اکادمی مندرجہ ذیل اور بی تبلیغات
کی پر اپاراد و اورہ حوصلہ افزائی کرتی ہے جو کہ اردو ادب کی ترقی کے لئے کوشش ہیں۔

-۱۔ انمن ترقی اردو علی گردھ

-۲۔ دارالمحققین (شبیلی اکادمی) اعظم گردھ۔ یوپی

-۳۔ ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد

مندرجہ ذیل عربی اور فارسی کے اسکالوں کو اعزازی سرنیکیت اور نقد رقਮ دے
کر خرارت افزائی کی جائے ہے۔

ڈاکٹر محمد زبریدہ صدیقی 1959

ڈاکٹر ہادی حسن 1959

جانب مصطفیٰ صن حلوی 1940

ڈاکٹر عبد السلام صدیقی 1941

جانب محمد نظام الدین فردوسی 1942

جنابہبیلالمحمد

۱۹۶۲

قاضی عبدالودود

۱۹۶۲

یونیورسٹیوں میں اردو کے شعبے

آزادی کے بعد سے یونیورسٹیوں میں اردو زبان و ادب کے مطابعے کی زبردست بہت افزائی کی گئی ہے۔ اس مقصد کے لئے سبھت سی یونیورسٹیوں میں اردو کے الگ شعبے قائم کئے گئے ہیں اور جہاں موجود تھے آن میں توسعہ لائی گئی ہے۔

اردو کے گھروپی میں دہلی یونیورسٹی نے ۱۹۵۸ میں اردو کا ایک علیحدہ شعبہ قائم کیا ہے تحقیقی کاموں کے لئے اس شعبے کو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن سے بھی گران قدر مطبے لئے ہیں علیگزہ یونیورسٹی میں اردو کا شعبہ بہت زمانے سے قائم ہے۔ آزادی کے بعد اس کی سرگرمیوں میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ اور اساتذہ کی تعداد تقریباً دو گز ہو گئی ہے۔ سیوریونی صفائی میں آزادی کے بعد اردو کے ایک پروفیسر کا تقرر عمل میں آیا ہے۔ عثمانیہ، پشاور، الہ آباد، لکھنؤ اور سری نگر کی یونیورسٹیوں میں اردو کے ممتاز ادیب شعبہ اردو کے صدر ہیں۔ جیسے پور، گورنگپور، اگرہ، بیانی، احمد آباد، ناگپور اور کلکتہ کی یونیورسٹیوں میں اردو کی تعلیم اور تحقیقی کاموں کی سہولتیں موجود ہیں۔

مسلمان اپنے ملائیق کی زبانوں میں بھی پوری دلچسپی لیتے ہیں اس کا واضح ثبوت میاں مسلمان مصنف محمد بشیر کی حاصل کردہ شہرت ہے جن کا ایک ناول ساہتیہ اکیڈمی نے ہندوستان کی دوسری زبانوں میں ترجمے کے لئے منتخب کیا ہے۔

اعلیٰ تعلیم

علی گروہ، الہ آباد، بیانی، بنارس، بیانی، کلکتہ، لکھنؤ، مدراس، سیور، عثمانیہ، پشاور، سری۔

ذکیشور، وکرم اور خوبی بھارتی میں عربی کی اہلا تعلیم کا انتظام ہے۔

جمهوریہ اور ہندوستان کے دریان ہونے والے ایک ثقافتی معاملے کے تحت عربی زبان کے مطابعے کے لئے ہندوستانیوں کو کمی و نظیفی دیتے جاتے ہیں۔ اس قسم کے وظیفے اسلامی تہذیب، عربی زبان اور ادب کے مطابعے کے لئے حکومت عراق نے بھی پیش کرے ہیں۔ اس کے علاوہ ہندوستان میں میرٹ کے بعد عربی زبان کے مطابعے کے لئے قوی وظیفوں کے صحن میں بھی وظیفے دے جاتے ہیں۔

مرحوم مولانا ابوالکلام آزاد کی یاد میں ہندوستانی اور اسلامی مطابعے کا ایک ادارہ قائم کرنے کی تجویز حکومت ہند کے زیر غور ہے۔

دائرۃ المعارف، شہنشاہی یونیورسٹی اور نیشنل پبلکیشن بیوہ یو، عید ر آباد عربی کے نادر اور اصل نسخے شائع کرتے ہیں۔ اس نے ادبیات، تاریخ، جغرافیہ، فلسفہ، بخوبی، اور ادب سے متعلق ۸۰۰ مختلف موضوعات پر تقریباً ۳۰۰ کتابیں شائع کی ہیں۔

دائرۃ المعارف کا قیام ۱۸۸۸ء میں ہوا تھا۔ تب سے ادارہ تمام دنیا سے نئے اور نادر نسخے حاصل کر کے اور انہیں شائع کر کے ملک کی قابلِ قدر خدمت انجام دے رہا ہے۔

یہ نئے ان رائی سرچ اسکالروں کے لئے دلچسپی کا باعث ہیں جو کہ عربی، اسلامی اور اور نیشنل اسٹڈیز کی مختلف شاخوں سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ یہ ہندوستان کے ہے ایک فخر ہے کہ ان کتابوں کو تمام دنیا میں سراہا گیا ہے۔ اس سلسلے میں دائرۃ المعارف ادارہ تعلیمات اسلام، بخوبی، اور مجلس علمی، دامبلیل گجرات (بھی قابل ذکر ہیں)۔

ان اداروں کے علاوہ چند پبلشریں نے پرانی کتابوں اور نایاب مخطوطوں کو شائع کر کے بڑی مفید خدمت انجام دی ہے۔

چوتھا باب

مسلمانوں کے تعلیمی ادارے

حکومت ہند اب امر کا پورا خیال رکھتی ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیم میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ پڑے۔ سائے ملک میں سرکار کی طرف سے کھوئے گئے یا سرکاری اداروں سے پہنچنے والے تعلیمی ادارے موجود ہیں۔ مسلمان دوسرے شہروں کی طرح ان اداروں سے بالکل یکساں طور پر مستند ہوتے ہیں اس کے علاوہ مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے اپنے اپنے تعلیمی ادارے بھی ہیں۔ اپنے اداروں کو بڑی بڑی رقبیں دی جاتی ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد ہیں الاقوامی شہرت کے حامل تھے۔ ہندوستان کے وزیر تعلیم کی حیثیت سے ان کا عہد طویل اور متاز ہے ایک اور ممتاز مسلمان محمد علی کریم چاکلہ بھی وزیر تعلیم کے عہدے پر مأمور رہے ہیں۔ پروفیسر ہاؤس کپر اور فلام استین نے بھی حکومت ہند کے تعلیمی مشیر کی حیثیت سے مکومت کی پالیسیوں کو مرتب کرنے اور ان کو نافذ کرانے میں نایاب خدمات انجام دی ہیں۔ دوسرے نامی گرامی ماہر تسلیم صدر جہبوریہ ہند ذاکر ذاکر حسین ہیں جو جامعہ علمیہ اسلامیہ کے حقیقی معاشر ہیں

جامعہ علمیہ اسلامیہ

جامعہ علمیہ اسلامیہ کی بنیاد ۱۹۶۰ء میں ڈالی گئی ہے۔ اس ادارے کے قیام کا مقصد یہ

-
تھا کہ تعلیم اور خصوصیات مسلمانوں کی تسلیم کر لے کر نئے ملائیں ڈھالا جائے چونکہ اس کی بنیاد تحریک خلافت
کے دلوں میں ڈالی گئی تھی ہس یوس ادا سے میں تسلیم کیا تھا تو ہم تو سے بھی کام کرنے اور
توی جذبہ پیدا کرنے پر بھی زور دیا جاتا ہے۔

جامعہ کا انتظام علی گڑھ یونیورسٹی کی جامع مسجد میں دیوبند کے مولانا محمد احسن صاحب
نے کیا تھا۔ اس کے سب سے پہلے چاندر یا امیر حکیم اجمل خاں مرعم تھے۔ مولانا محمد علی اس کے پہلے
شیخ الجامعہ یا والی چاندر تھے۔ جب وہ قید کر لئے گئے تو جناب اے ایم خواجہ شیخ الجامعہ
ہوتے ہے جب ۱۹۲۶ء میں شیخ الجامعہ کی حیثیت سے ڈاکٹر ذاکر حسین کا تقرر ہوا تو جامعہ دلی میں منتقل
ہو چکا تھا۔

جب ڈاکٹر ذاکر حسین نے اس کا انتظام بنگالا تو تحریک خلافت ختم ہو چکی تھی اور دو گوں
کی اس میں دلچسپی باقی نہ تھی۔ غیر ملکی حکومت اس کی خالصت تھی اور آمدی کا ذریعہ حکیم اجمل خاں
کی وفات سے ختم ہو چکا تھا۔ اس نازک ہو تھے پر اضاف کے گیارہ مبرول نے ڈاکٹر ذاکر حسین کی
قیادت میں ایک انجمن تعلیم میں کی بنیاد ڈالی اور اپنی زندگی کے جیس سال جامعہ کی خدمت میں صرف
کرنے کا عہد کیا۔ رفتہ رفتہ اس سوسائٹی کے مبرول کی تعداد بڑھ کر چوبیس تک پہنچ گئی۔ لیکن آئندہ
کا ذریعہ صاحب ثروت افراد کی امداد کے سچلنے صرف دس ہزار ہمدرud کا عطا ہے تھا۔ یہ وگ ہر
ماہ چھوٹی چھوٹی رقمیں پاپنڈی سے دیتے تھے۔

جامعہ ایک ابتدائی اور متوسطی تعلیمی ادارے کی حیثیت سے شروع ہوا تھا۔ بعد میں یہاں
ٹنبائے رہنے کا بھی انتظام ہوا۔ پھر ٹھہر ٹھینگ اسکول کھلا۔ اور اس کے بعد تعلیم بالغان کا بھی
انتظام ہوا۔ اس میں دیہی ادارہ بھی قائم کیا گیا۔ ایک اردو زبانیہ بھی اور اشاعت گھر بھی کھولا گیا
بنیادی طریقہ تعلیم رائج کرنے میں جامعہ کی حیثیت پیش رو کی ہے۔ اس کی ڈگریاں سب سے
پہلے جمنی، فراں اور ریاست ہائے سلطنتہ امریکہ میں تسلیم کی گئیں اور ہندوستان میں آزادی

حائل ہونے سے کچھ بھی دنوں پہلے۔ قومی تعلیم کے سلسلے میں ائمہ نے ہونا یا ان خدمات انجام دی ہیں آزادی کے بعد اس کی اہمیت اور افادت کو حام طور سے تسلیم کیا جا رہا ہے۔

مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہندوستان میں سب سے قدیم اسلامی تعلیمی ادارہ ہے جس کی بنیاد سرستہ احمد خاں نے ۱۸۷۵ء میں محدث ایمکلو اور نیشنل کالج کے نام سے ڈالی تھی چورفتہ رفتہ علی درجے کا کالج بن گیا۔ اس کے عظیم باقی کی موت مارچ ۱۸۹۸ء میں ہوئی۔ اس کے بعد جلد ہی یہ کو ششش کی تکمیل کر کے یونیورسٹی کے درجے تک پہنچایا جائے۔ دسمبر ۱۹۶۲ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ایکٹ پاس ہونے کے بعد یہ ادارہ مرکزی یونیورسٹی بن گیا۔ یہ اقسامی اور تعلیمی یونیورسٹی ہے۔

اس یونیورسٹی میں متحق طالب علموں کو ہر عمل سہولتیں دی جاتی ہیں۔ غریب مگر ہونہا طباہ کی فیض معاف کر دی جاتی ہے اور وظیفے دینے جاتے ہیں۔ فارسی مدری اور اسلامی تاریخ اور اسلامی فلسفے کے مطلعے کے لئے سخاصل طور سے وظیفے دینے جاتے ہیں۔ یونیورسٹی توسعی پیچوں کا طریقہ بھی یہاں رائج ہے جو نہایت کامیاب ثابت ہوا ہے۔ اس کی لائبریری میں تقریباً ۶۰۰ کتابیں ہیں، جن میں مشرق زبانوں کی کتابیں بھی شامل ہیں۔ یہاں بہت سے نایاب علمی نسخے بھی ہیں۔ طباہ یونیورسٹی میگزین نکلنے ہیں جو کہ یونیورسٹی پرنگ پریس میں چھپتا ہے۔ یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹز کی طرف سے یونیورسٹی جرمن شائع ہوتا ہے۔ اور مسلم یونیورسٹی گزٹ یونیورسٹی کا سرکاری ترجمان ہے۔ یہاں فوجی تربیت بھی دی جاتی ہے۔ نیشنل کینٹ کوئے کے اپنے چاؤن بھی ہیں۔

یونیورسٹی میں سب سے اہم ایوسی لائیشن مسلم یونیورسٹی یونیورسٹی ہے جو کہ آسٹریلیا

اور کمپیوٹر نیونیٹ کے طرز پر چلائی جاتی ہے۔ یہ طلباء کی سماجی اور ذہنی سرگرمیوں کا خاص مرکز ہے۔ اس کے علاوہ اور کئی سماجی سوسائٹیاں بھی ہیں جیسے عربی سوسائٹی، فارسی سوسائٹی، اردو سوسائٹی وغیرہ۔

یونیورسٹی میں اعلیٰ مذہبی تعلیم حاصل کرنے کا بھی انتظام ہے۔ اس کے دروس میں ایک قومی قسم کا ہے۔ دوسرا علاقائی تعلیم کا بھی کورس ہے۔ اس کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد یونیورسٹی آف تیموری لیو جوی کی ذمہ دی جاتی ہے۔ تعلیم شوال پر بھی اس یونیورسٹی میں خاص توجہ دی جاتی ہے۔

علمائیہ یونیورسٹی

حیدر آباد کی علمائیہ یونیورسٹی ایک خاص اہمیت کی حامل ہے۔ اس کی بنیاد ۱۹۱۸ء میں پڑی۔ اس نے انگریزی کی سجائے اردو کو اپنا ذریعہ تعلیم بنایا کہ ایک نئی شان قائم کی جسی ہے۔ اس زبان کو ذریعہ تعلیم فرار دینا کوئی آسان کام نہ تھا کیونکہ تقریباً ہر موضوع پر کتابیں صرف انگریزی زبان میں ہی دستیاب تھیں۔ ماردو میں کتابیں تیار کرنے کے لئے ایک دارالترجمہ قائم کیا گیا۔ تھا جس کے اسٹاف میں عالم فاضل افراد اور ماہرین شامل گئے تھے۔ اس دارالترجمہ نے ہر موضوع پر لصاہی کتابیں مرتب کیں اور انہیں شائع کیا۔ علی گڑھ یونیورسٹی کی طرح علمائیہ پرلیورسٹی بھی ایک اقسامی درس گاہ ہے۔

دارالعلوم، دیوبند

ہندوستان میں ایک ایسی یونیورسٹی بھی ہے جو اپنی فضولیتوں کی وجہ سے بے شمار اور منفرد ہے۔ وہی سے کوئی سو میل کے فاصلے پر دیوبند کے خوبصورت شہر میں اسلامی تعلیم کی یہ ممتاز درس گاہ واقع ہے۔ اس کی بنیاد گذشتہ سدی کے اوآخر میں پڑی تھی۔

ادارہ عجاسیوں کے عہد کے بغداد کی پرانی یونیورسٹی کی یاد دلاتا تھا۔ کیوں کہ یہ طرزِ تصریرے
لے کر معولات تک میں اسی کی طرح ہے۔

یہ دنیا کے مشہور اسلامی اداروں میں سے ہے۔ تقریباً ۹۰ سال پہلے مولانا محمد قاسم
ناقوتوی نے اسلامی تہذیب کے مطابعے کے لئے اس کی بنیاد ٹوالي تھی، ایتداہ میں یہ ادارہ
ایک چھوٹے سے مکتب کی حیثیت سے ترویج ہوا تھا۔ یہ آگے پیل کر مولانا محمود الحسن کی کوششوں
سے جو بعد میں شیخ الہند کے نام سے مشہور ہوتے، موجودہ مرتبے کو پہنچا۔ وہ بڑے باہمیت
اور غیر ملکی حکومت کے کارڈشنسن تھے۔ انہوں نے انہیں نیشنل کانگریس کی حمایت کی تیجہ کے
طور پر انہیں زندگی کا بقیہ حصہ جیل اور ملاوطی میں گزارنا پڑا۔ ان کے بعد مولانا حسین احمد صلنی
کا تقریب صدر درس کی حیثیت سے ہوا۔

اس دارالعلوم میں جن مضمایں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان میں حدیث، تفسیر، اسلامی
قانون، فلسفہ، قانون، افتکال فقہ، علم الکلام، ادب، علم بخوم، طب، ریاضتی، تاریخ اور
دوسرا متعلقہ مضمایں شامل ہیں۔ حدیث کی تعلیم اور تفسیر کو خاص اہمیت حاصل ہے پوئے
مشرق میں اس ادارے کو بہت شہرت حاصل ہے۔ یہاں طلباء سے فیض نہیں لی جاتی۔ بلکہ
کتابیں، رہائش اور خوراک کے اخراجات بھی دارالعلوم کے ذمے ہیں۔ یہ ایک بنی الاقوامی
ادارہ ہے اور ہر سال مختلف ممالک سے طلباء یہاں داخلہ لیتے ہیں۔ یہاں کی لاپرواپی
میں تقریباً دس ہزار عربی فارسی اور اردو کی کتابیں ہیں جن میں نایاب تعلیمی نسخے اور تاریخی
وستادیز شامل ہیں۔

دیگر ادارے

حمدابخش لانبری ٹپنہ ہندوستان کی مشہور لانبری ہی ہے۔ اس میں بڑی نادر اور

نایاب کتابیں اور مخطوطے ہیں۔ اسلامی علوم کی تعلیم اور ترویج و اشاعت کے سلسلہ بن نوہۃ العلاما۔ انہوں ندوۃ المصنفین، دہلی شبلی اکیڈمی، انعام گردوہ جیسے ادارے بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں۔ یہاں جو چند نام گنائے گئے ہیں اس سے یہ ہنسی سمجھنا چاہیے تھے کہ یہ کوئی جامع فہرست ہے۔ ایسے بہت سے ادارے ہیں جو برابر معینہ خدمت انجام دے رہے ہیں اس سلسلے میں مدرسہ منظہر العلوم سہا ہے کا ذکر سمجھا شہ ملکا۔ دارالعلوم دیوبند کی طرح اسلامی تعلیم کا یہ رکن گروہ شہزادی میں قائم ہوا تھا۔ پھر اس سال پہلے یونی ہائی میں سرائے میر کے مقام پر مدرسہ الصلاح قائم کیا گیا تاکہ دینی علاقوں میں اسلامی تعلیم کو پھیلا یا جائے۔ اس کے باñ مولانا محمد الدین عربی کے مشہور عالم تھے۔

پاچھوالي بابے

ہندوستان میں اسلام کا ارتقاء

ہندوستان میں اسلام کے اثرات اور مسلمانوں کی برصغیر ہوئی تعداد کی بہانی لگ جگ بارہ سو برس پہلے سے شروع ہوتی ہے۔ تاریخ میں مملوک کا ذکر تو ضرور ہوتا ہے مگر پرانی تحریکیں اکثر نظر انداز ہو جاتی ہیں۔ ہندوستان میں پہلے پہل چوسلمان آئے وہ فوجی نہ تھے جو ۱۲۰۴ء میں محمد بن قاسم کے چھٹے کے بعد آئے تھے۔ بلکہ یہ عرب طاع اور تاجر تھے جو ان سے پہلے ہی ہندوستان آئے تھے اور اور کبرالہ کے محل پر آباد ہونے لگتے تھے۔ پہلے پہل ہندوستان آئے والے مسلمان سقط اور ہر مرنے کے نو مسلم عرب تاجر تھے جو مالا بار کے ساتھ پہاڑ کر آباد ہو گئے تھے۔

اس خیال کی تائید شری کے ایم پائینکلی کا کتاب "تاریخ کیرالا" سے ہوئی ہوتی ہے۔ وہ لکھنے میں جب مذہب اسلام پر سے عرب پرچائیا تو فوراً اس کا اثر کیرالہ میں بھی محسوس کیا گیا۔ ایک خاص قدیم روایت کے مطابق آنحضرت پیرول (مکران) خود بھی مسلمان ہو گیا تھا۔ مالا بار میں اسلام تبلیی مذہب اور عرب ناجروں کے سکونت اختیار کر لیئے کی وجہ سے پہل گیا تھا اس کا ایک فاضع ثبوت پشاور نئی کولہ (شمالي ارکات) میں ایک مسلم کتبیت سے ملتا ہے جس کی پڑھی ۱۴۶۱ء بھری کی تاریخ کرنہ ہے۔^{۱۶}

بادھوں صدی میں جب کہ ابھی دہلی پر قطب الدین ریک کا قبضہ بھی نہیں ہوا تھا مالاہار میں مسلمانوں نے اتنی اہمیت اختیار کر لی تھی کہ ایک طرف ہندوستان اور مشرقی ایشیا اور دوسری طرف ہندوستان اور وسط ایشیا کے مالک کے درمیان کی تمام محدودی تجارت ان کے کنڑوں میں تھی۔

اس طرح ہندوستان کے بعض حصوں میں مسلمان بارہ سو برسوں سے رہ رہے ہیں لیکن ہندوستان کی کوئی ریاست وہی نہیں ہے جہاں وہ کم سے کم سات سو سال پہلے سے آباد نہ ہوں۔

نہذبوں کا میل جوں

ہندوستانی مراحل کی سادوت کچھ ایسی ہے کہ وہ ایشور بھگتی نیکی اور نقدس کے آگے سر بھکار دیتا ہے۔ اس وجہ سے شیخ معین الدین چشتی مٹھی بھر مسلمانوں کے ساتھ اس وقت اپنی میں بودوباش اختیار کر سکے جبکہ پرکھوی راجح پڑاں اور شہاب الدین خورمی میں فیصلہ کرنے جنگ نہیں ہوئی تھی۔ دوسرے درویشوں اور بندگوں نے لاہور ہٹھا۔ سرہند، ولی، آگرہ جنت کے مدرس اور بیگنال جیسی دور دراز ملکیوں کو اپنا سکن بنایا۔ ان کے انتہے والوں میں مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں کی ایک بڑی تعداد تھی۔ ان بزرگوں نے اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے کبھی کسی شہنشاہ سے کسی قسم کی مدد نہیں۔

ہندوستان کے ابتدائی مسلمان فرمائیں روانہ بڑی سے سوجھو جھوڈانے تھے۔ ہندوستان کے درمیان شادی بیاہ اکبر سے پہلے شروع ہو چکا تھا۔ مثال کے طور پر تعلق خاندان کا باز غازی ملک ایک ہاٹ خورت کا رہا تھا۔ اس کا سنبھیجا فیروز تعلق جو محمد تعلق سا جانشیں ہوا دو اور ہر کے راجہ رانا مل کی لڑکی کے بیلن سے تھا۔

مسلمان فرمائیں روانہ نے ہندوؤں کو اسلام ملک میں شامل کر کے اور حکومت میں

انہیں، علی سے اعلیٰ حکمے نے کر مقامی انتظامیہ پر اپنی گرفت مصیبوطاً کری ہتھی۔ محمود غزنوی نے ہندو چاہیوں کی کمی پلٹین بھرتی کی تھیں جب اسکے لئے مسعود کو اپنے سماں سے جنگ کرنے یا پنجاب میں امن و امان قائم رکھنے کی ضرورت ہوئی تو اس نے اپنے ہندو چڑیاں تک پر بھروسہ کیا اسنا اور اس سے مرد حاصل کی تھی۔ ماں وہ کے سلطان محمود کا وزیر اعظم ایک ہندو چندیروی کامیڈی رائے تھا۔ بیگان کے حسین شاہ کے دربار میں پورندرخاں روپ اور سنا تم جیسے ہندو اعلیٰ ہبہ پر فائز تھے۔ اس معاہدے میں کشیر کے سلطان زین العابدین اکبر اعظم ہی کی طرح وسیع النظر تھے ایسا ہی روپ یہجا پور اور گولکنڈہ کے سلطانوں کا بھی تھا۔

یہ رداداری اور حسن سلوک یک طرفہ تھا۔ ہندو فرمان رواہی میں ہی ردادار اور وسیع النظر تھے جب سلمان ہندوستان میں رس بس گئے تو وہ ہندوستانی سمجھے جانے لگے۔ سلمان کالی کٹ کے حکمراؤں (زبورن) کے دربار کے ملازم تھے۔ سلطنت و جیان بھر کے بادشاہوں نے بھی سلمانوں کو اپنی خوج میں ملازم رکھا تھا۔ باہر کے خلاف اڑانے والوں میں رانا سانگا کے ساتھ سلمانوں کی فوج کا دستہ بھی تھا۔ رانا سانگا نے ماں وہ کے سلطان محمود دوم کو ایک لڑائی میں ہرا دیا تھا۔ مسخر اس کے باوجود رانا نے فراہدی سے کام لیتے ہوئے اسکا تخت و تاج اُسے واپس کر دیا تھا۔ قلعخان نے سلطان ناصر الدین محمود کے ہاتھ سے شکست کھا کر ایک راجپوت سردار کے یہاں پناہ لی تھی۔ مسخر بور کے ہیردیو نے علاء الدین خلبھی کے خلاف بغاوت کرنے والے ایک سلمان سردار کو اپنے یہاں پناہ دی تھی۔

ہندوستان میں اسلام کی آمد اور فروغ کی وجہ سے ہندوؤں میں مذہبی جوش و خردش پیدا ہوا اور وہ مذہبی اور روحانی باتوں پر خود خوض کرنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ولیثہ و مت اور دیر شیوست، جیسے فرقے وجود میں آئے اور پرداں چڑھے۔ ان فرقوں کی غصہ و صیانت یہ تھی کہ ان میں ظاہری مذہبی رسوم کا کوئی دخل نہ تھا اور زیادہ زور بھی اور

وحدائیت پر دیا گیا تھا اور ہندوؤں کی ایسی تحریکوں سے ملت جلی مسلمانوں میں بھی صوفی ازم کی تحریک پر وان چڑھی۔ مذہب کے اس مجرہ سے لگاؤ کے باوصفت ہندو اور مسلمان ایک دوسرے سے دُور ہیں ہوئے۔ بلکہ اس کے برعکس وہ ایک دوسرے کے نزدیک آگئے رکون کی گئی تحریک اور صوفی مت دلوں میں خدا اور انسانوں سے عجت کی تعلیم دی گئی تھی۔

مذہب میں اس غیر معمولی دلچسپی اور رائپس کے میں جوں سے علاقائی زبانوں کو فروغ حاصل ہوا مسلمان سنکرت سے تقریباً ناداقف تھے۔ گورابیروان اور سلطان زین العابدین جیسے چند لوگ اس سے واقف تھے۔ اس کے علاوہ ہندوستانی عام جنتا بھی سنکرت سے ناداقف تھی۔ لہذا اسلام کے فروغ و اشاعت کے لیے مسلمان بزرگوں اور درویشوں کو اس علاقے کی زبان کا سہارا راینا پڑا۔ ان ہی لوگوں کی بدولت ایک نئی ملی جملی زبان اردد وجود میں آئی اور پرانے چڑھنے لگی۔ ہندوستانی سلطانوں کو بھی نئی علاقائی زبانوں کا سہارا راینا پڑا۔ کیوں کہ انھیں کچھ ایسی باتیں کہنی تھیں جو نئی تھیں اور ان کے خاطب بھی عام لوگ تھے ہادشاہ اور امراہ نہیں۔ دلچسپی کے سمجھتی سے بھرے ہوئے گیت مختلی زبان میں ہیں، میرزاں کے راجھتانی میں، چند ڈی داس کے بٹگڑ میں، اور نامہ سوامی کے مراثی زبان میں ہیں۔ کبیر، نانک، سور داس، تلسی داس اور طک محمد جالسی جیسے صوفیوں اور درویشوں نے ہندی کی مختلف شکلوں کو اپنا ذریعہ اظہار بنایا۔

اس طرح جب ۱۵۲۶ء میں بابر نے ہندوستان پر حملہ کیا تو اسلام ہندوستان میں کافی بڑے ہماینے پڑھلیا ہوا تھا اور اس نئے مذہب کے ماننے والوں اور اس دلیں کے پڑا نے بسا یوں کے درمیان کافی حد تک جذباتی یک ہوتی اور منفاہت پیدا ہو چکی تھی۔ باہر اور اس کے جانشینوں کے زبردست مخالف مجرمات، مالوہ، جنوبی ہند اور بنگال کے مسلمان صوبے دار اور بھنپی سلطنت کے فرماں روا ہے۔ ان تمام حکمرانوں نے اپنے آپ کو

دہليٰ کو حکومت سے آزاد کرایا تھا اور خود مختاری بن گئے تھے۔

ملکی اتحاد

چنگیز خاں اور تیمور کے خاندان سے تعلق رکھنے والے باہر نے پالی پوت کے سیدان میں ابراہیم نو دھی کو شکست دی اور ملک میں اپسے خاندان کی بنیاد ڈالی جو برطانوی حکومت کے قیام تک لگ بھگ تین سو برسوں تک ہندوستان پر حکومت کرتا رہا۔ مغلوں کی فتح کے بعد سے ہندوستان کو تین مرحلوں میں باٹھا جاتا ہے (۱) یا برکار اچپتوں اور افغانوں کو اپنا مطبع بنانا (۲) افغان سردار شیر شاہ سوری کا ہندوستان کے تحت پر قبضہ کرنا (۳) شیر شاہ کے جانشینوں سے ہمایوں کا ہندوستان پھر جیت لینا اور اکبر کا اس نئی حکومت کو مصبوطاً اور مستحکم بنانا۔ اکبر مغل شہنشاہوں میں سب سے بڑا اور عظیم بادشاہ تھا۔ اس کی سلطنت مغرب میں قندھار سے کر مشرق میں دکن تک اور شمال میں سری ہجھے لے کر جنوب میں احمد نگر تک پہنچی ہوئی تھی۔

اکبر نہ صرف ایک بہادر تھا بلکہ اس سے بھی یاد مدرسون لطیفہ اور ادب کا سرپرست تھا اس کے دربار میں بہادر اور سورما، مدبر اور اکابر شاعر اور گھویے اور فنون لطیفہ کے پار کہ سب ہی موجود رہتے تھے۔ حاضر جو ابی میں مشہور بیربل، عظیم وہ سیقار تان میں۔ عالم اور شاعر فیضی، منصفت اور بہادر ابو الفضل ان میں سے چند ہیں۔ اس زمانے کے مہا کوئی نکاح دیوار سے واپس نہیں تھے۔ بڑی بھاشاہی تجدید کی شیو، سور اور تمسی کی مر ہوں بنت ہے۔ فتحور سیکری میں اکبر کی بنائی ہوئی عمارتیں نہ صرف اس کی شان و شوکت کی منظہر ہیں بلکہ ہندو اور مسلم طرزِ تعمیر کے مکمل اتحاد کی بھی آئینہ دار ہیں۔ اس کی رواداری اور وسیع النظری کی جگہ یہ است۔ اور ملکی انتظام میں نظر آتی ہے جس کی وجہ سے ہندوستان میں ایک ایسی بادشاہت

قائم ہوئے اگر تو کام کیا جائے تو مجاہد ہو جائے۔

چاہیگرا و شاہی ہاں اپنے اور اہل حکومت تھے۔ ان کی سرپرستی میں ملزم و فنون کو فروغ حاصل ہوا اور صورتی کا ایک طرزِ مغل اسکوں "پروان چڑھا۔ شاہ ہبھاں نے بے مثال تائی محل لال قلعہ، حمام صجدہ، دلوانِ عام، دلوانِ خاص، اور تخت طاؤس بنوائے۔

شاہی ہبھاں کے بیٹے اور وارث اور نگزیب کے درود حکومت میں سلطنت نے انتباہی، دستِ اختیار کی۔ دکن کی مسلم ریاستوں (جیا پول اور جو تکنڈہ) کو فتح کر دیا گیا اور مغلوں کی حکومت دیباۓ کا دیری کے نتاروں تک قائم ہو گئی۔ پھر یہ اٹنگ زیب کی سمت ایک شکست خدھہ انسان کی حیثیت سے ہوئی اور وہ بڑی حد تک مغل سلطنت کی بریادی اور تباہی کا باعث بنا۔ اُس نے ملک میں جس طرح کا اتحاد قائم کرنا چاہا اس کی فعیت قوی ہیں تھیں بیسا کو اکبر نے کیا تھا۔ اور نگ زیب کے کمزور ہانشینیوں کے درود حکومت میں افغانستان مغلوں کے قبدهے شکل گیا اور نادر شاہ اور احمد شاہ اپدالی جیسے صرداروں کی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا پانی پت کے تاثر تھی میداونی ہے ۱۷۵۰ء میں احمد شاہ اپدالی اور مرزاں کا مقابلہ ہوا۔ مجدد دوونی میں کوئی بھی ہندوستان کو اپنے زیر نگی نہ کر سکا۔ اس طرح میدان بالکل خالی رہا اور ملک میں کوئی ایسیم طاقت سفرہ نہیں جو اس بھر لے ہوتے۔ سیراز سے کو اکٹھا کر سکے۔ اس طرح خیر ملی تا جردن کی جماعت برنش ایسے نہ اندرا پکنی کو اس کا پورا موقع میں کیا کہ دہ رفته۔ فتحہ ہندوستان میں اپنی سلطنت قائم کرے۔

مدد ہبھی کتابوں کی تصنیف

اس زمانے میں مختلف سلطنت کا شیرازہ بکھر نے لگا ہوا اور ایک مضبوط مرکزی حکومت کی بجائے بیگ جگہ خود مختار ریا۔ نہ قائم ہونے لی گئی۔ سیاسی لمحات سے بہترے اذانفری

کا زمانہ تھا، مگر اسی زمانے میں مسلمانوں کی کئی زبردست خریکیں شروع ہوتیں اور مذہبی احیا کی کوششیں زور شور سے ہوتیں۔

مسلم نویسوں اور درویشوں نے اپنی تعلیمات اور طرزِ عمل سے ہندوستان کے لاکھوں افراد کو متاثر کیا اسلام کی تعلیمات سے متعلق کئی محققانہ اور مستند کتابیں لکھی گئیں جنہیں جمع کا اعتراف اسلامی مذاہک کے عالمیں نہیں کیا۔

اسلام سے متعلق ہندوستان میں جو کچھ لکھا گیا ہے اور ہتنا لکھا گیا ہے وہ دوسرے اسلامی مالکیں لکھی گئی کتابوں سے کسی طرح کم نہیں ہے قرآن کے بعد حدیث کی تعلیم بے حد اہم سمجھی جاتی ہے۔ اس زمانے میں بڑی مستند اور مشہور حدیثیں مرتب کی گئیں اور ان کی مترجمین لکھی گئیں جیسے شیخ علی بن حامد الدین کی کنز العمال اور شیخ عبد الرحمن دلمہبی کی اللعات فی شرح المشکوہ۔ یہ دونوں کتابیں آج تک علمی حلقوں میں بڑی وقت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ مجمع بخاری کی شرح فیض باری کے نام سے شیخ عبد الا قوال نے لکھی۔ شیخ سلام استادے المعتطا کی شرح لکھی جہاں محسن چند نام گزائے گئے ہیں۔ ان کے مطابق حدیث اور فقرے سے متعلق بلند پایہ کتابیں لکھی گئیں۔ اس زمانے میں بڑے مشہور اور جیید عالم دین بھی گذشتے ہیں۔ شیخ احمد سرہندی کے تاریخ خطوط روحانی اور مذہبی تحفظ سے بڑے قابلِ قدر ہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلوی اپنے وقت کے بڑے مشہور عالم تھے۔ انہوں نے کئی بلند پایہ کتابیں لکھی ہیں۔ وہ پہلے شخص ہی جنہوں نے قرآن کریم کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ اس زمانے میں یہ بات شاید عجیب معلوم ہو مگر اس زمانے میں اس جدت کے لئے اپنیں اپنے بعض کثر معاصرین کی سخت مخالفت کا سمنا کرنا پڑتا تھا۔ ان کی دو کتابیں عجیبة ابلاغ اور خلیفۃ الحنفیہ ہندوستان اور اسلامی مالک میں کئی یاد شائع ہوئیں اور قاهرہ کیستہ سورہ الازہر بیانی درسی کے نتایب میں شامل ہیں۔ ان کے نوٹ کے بھی اپنے دالر کے نقش قدم پر جھپٹے اور علم و تفضل کے اس معیار کو باقی رکھا جوان کے والرنسٹہ نام کیا تھا۔ ان کے بڑے روز کے

شاہ عبدالعزیز نے ولی میں ایک مدرسہ کو لا جس میں مالک کے تمام حصوں اور بیرونی مالک سے
تینگان علم اپنی پیاس بچانے کے لئے بیوق درجوق آنے لگے انہوں نے قرآن شریف کی تفسیر
"فتح العزیز" کے نام سے لکھی ہے۔ اسلام کے مختلف مسائل سے متعلق ان کے فتوے بڑی قوت
کی لگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور آج بھی ان سے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ شاہ ولی اللہ کے
دوسرے دو لذکوں شاہ عبدالغادر اور شاہ رفیع الدین نے قرآن شریف کا اردو میں ترجمہ
کیا۔ دوسرے مشہور عالم قاضی شناور الشدیقی پتی نے عربی میں دس ملدوں میں قرآن شریف
کی تفسیر لکھی۔

سنت کی تالیف و تدوین میں بھی ہندوستانی عالموں نے قابلِ قدر کام کیا ہے۔ شیخ حسن
ساغانی نے الاعباب الـ ذا خرمت کی شیخ محمد طاہر شنی مشہور کتاب مجموعہ
بہار الالوار کے مصنف ہی۔ عربی کی دوسری مشہور ریفت "تاج العود منہ سید مرتضی ال زبیدی
نے مرتب کی ہے۔

اسلامی ادب کی اشاعت کے سلطھ میں منہی نویں کشور کے مطبع نے جو گاں قدہ خدمت
ابنام دی ہے وہ ہمیشہ یادگار رہے گی۔ اس ادا سے کی وجہ سے سینکڑوں کتابیں تلف ہوتے
ہیں پچ گینٹ اور منتظر عامر پر آگئیں۔

مندرجہ بالا ہاتھ سے ظاہر ہے کہ اسلامی علوم اور دینی معلومات کی اشاعت میں ہندی مسلمانوں
نے بڑا قابلِ قدر کام کیا ہے اور اس کا درجہ ان مالک میں کے گے کاموں کے سی طرح کتریں
ہے جو خالص اسلامی ملکہ کہتے جاتے ہیں۔

جعفر

اسلامی فن تحریر

ساتویں صدی عیسوی میں سلماں ہندوستان آئے اور یہیں رہ بیس گئے۔ لازمی طورے زندگی کے ہر شعبے میں ہندو اور سیم تہذیبوں کا میل جوں ہوا اور زبان و ادب، علم و فنون، موسیقی مصوری، کھیل کو دلبیاں اور ہنسنا و اعز منکر ہر چیز پر آن کا اثر پڑا۔

لیکن ہندوستانی فنِ تعمیر میں ان کا اثر سب سے نمایاں ہے۔ جب مشرق وسطیٰ کے
مسلمان ہماں آئے تو وہ اپنے سامنے فنِ تعمیر کے نئے منوں نے لائے اور ہندوستان میں صدیوں
تک اپنی حکومت کے دورانِ دہلی اور آگرہ میں انھوں نے اپنے فنِ تعمیر کے بے شمار منوں نے بیان دیا
گا۔

ابتداء زور

قطب بیمار بند دستان کی راجد حادی میں، یک سترہ سی کی طرح کھڑا ہے اس کی بلندی ۲۲۸
فٹ ہے اور دنیل کے اوپر نئے مینار وری عینست ایک ہے جسے یہ شش سرت اور شش مرمرہ بنایا ہے۔

تیرہویں صدی کی ابتداء میں سلطان تطبی الدین ایک نے شمال مغربی ہندستان کی فتح کے یادگار کے طور پر اس کی تعمیر شروع کرائی تھی۔ لیکن یہ مینا۔ ۱۷۶۰ء میں سلطان المنش کے ہاتھوں ملک ہوا۔ دہلی میں نغلق آباد کا قلعہ اور نغلق شاہ کا مقبرہ آج تک غیاث الدین عمر تعلق کی یاد دلاتے ہیں۔ جو کہ چودھویں صدی کے ابتدی حصے میں گزر ہے۔

خیال ہے کہ سکندر شاہ سوری کا مقبرہ سولہویں صدی کے شروع میں بنایا ہے۔ جس میں مختلف رنگوں کی سینا کاری کئے ہوئے تائیں لٹکائے گئے ہیں۔ لیکن اس کی تعمیر کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ہر سے گندہ ہیں جو بعد کو مغل فن تعمیر کی ایک ہام خصوصیت بن گئے۔

بیجا پور اور گولکنڈہ

ہندستان کی ایک بے مثال تاریخی یادگار بیجا پور کا گول گندہ ہے جو شاہ جہاں کے معاصر ہمدر عادل شاہ کا مقبرہ ہے اس کا رقمہ ۱۸۱۱ء مربع فٹ ہے۔ پہ دنیا میں سب سے بڑا گندہ ہے دنیا کا دوسرا بڑا گندہ روم کا ہے۔ بس کا رقمہ ۲۳۵ مربع فٹ ہے۔ ایک دوسرے کو کاٹتی ہوئی محرابوں کے سہارے گندہ بنانے کے فن سے ہندستانی معاشر ناواقف تھے ماس طرز تعمیر کو گول گندہ میں پہلی بار استعمال کرنا۔ بیجا پور کے مuar و لکن کیلکی ہمارت کا ثبوت ہے۔ نیچے گیارہ فٹ چوری گلیڑی ہے جو عمارت کے اندر دنی حصے میں جاتی ہے۔ پہاں اگر سر جوشی کے انداز میں پات کی جائے تو آواز بڑے زدہ سے گونجتی ہے اور اس کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ ہزاروں آدمی روزانہ اس بھیب و غریب عمارت کو دیکھنے آتے ہیں اور اس کی اس خصوصیت کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں۔ اگر زدہ سے قہقہہ لکھا یا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پلاسٹریں چپے ہوئے رجنوں دوست جوabi قہقہہ لکھا ہے ہیں۔ اور اگر کافر کو پھاڑا جائے تو اس کی ایسی زبردست گونج پیدا ہوتی ہے جسیے بادل گرج رہے ہوں۔

گولکنڈہ کے قطب شاہی ہاڈشاہوں نے شہر گولکنڈہ میں بہت سی شاندار عمارتیں، میقرے مسجدیں اور دیواریں بنوائی ہیں۔ اس کا ایک بہترین نمونہ چار مینار ہے جو ۱۵۹۱ء میں بنایا گیا ہے۔

کشیر

اسلامی فن تعمیر میں تکڑی کا استعمال سری نگر میں شاہ ہداؤن کی دو منزلہ مسجد اور جامع مسجد میں کیا گیا ہے تعمیر میں پھر دل کے استعمال کی بھی مغلوں نے تجدید کی جیسا کہ سری نگر میں ایک کے بنوائے ہوئے ہری پت کے طمعے اور ملکہ نور جہاں کی سری نگر میں ۱۶۲۵ء میں بنوائی ہوئی پتھر کی مسجد نے ظاہر ہوتا ہے

عہدِ متعلیہ

مغلوں کے دور حکومت کے ابتدائی دور میں دہلی میں جو سب سے پہلا مقبرہ بنایا گیا وہ ہمایوں کا مقبرہ ہے۔ اس مقبرے کو مغل فن تعمیر کی ترقی میں بہت اہم مقام حاصل ہے۔ تعمیر کا دوسرا دور ایک سے شروع ہوتا ہے جس نے آگرہ اور رالہ آباد اور آگرہ سے ۲۴ میل دور پانی راجدھانی فتح پور سیکری میں بہت سی عمارتیں بنوائیں۔ جہانگیر کے زمانے میں کوئی قابل ذکر عمارت نہیں بنی۔ بلکن شاہ جہاں نے فن تعمیر کے ایک نئے طرز کو رواج دیا اور دہلی، آگرہ، اجیر، لاہور اور سری نگر کی بہت سی عمارتیں اس کے شوق اور دلچسپی کی مرہون منست ہیں۔

شاہ جہاں کی بنوائی ہوئی عمارتوں میں سب سے خوبصورت عمارت رو عنہ تاج محل ہے۔ جو دنیا کی صین ترین عمارتوں میں شمار کی جاتی ہے۔ آگرے کی ہوتی مسجد فن تعمیر کا ایک دوسرا نادر نمونہ ہے۔ اس کے عہد میں بنوائی ہوئی دوسری عمارتوں میں دہلی کا لال قلعہ

اور جامع مسجد ہیں۔

اورنگ زیب کی تخت نشینی کے بعد مغل فنِ تعمیر کا نواں مژروع ہو گیا مسلم دوڑ
کوست کی یہ عمارتیں تھیں، مقابر، مساجد اور دوسری یا دیگاریں اپنی شان و شوکت و عظمت
کے ساتھ آہ بھی موجود ہیں اور وزارتِ تعلیم کے تحت حکومت ہند کا حکماء آثار قدیمیہ ان
کی اپنی طرح دیکھ جمال کرتا ہے۔

سالوں سے بابے

مسلمانوں کے تہوار

ہندوستان کی موجودہ ملی جلی تہذیب گذشتہ کئی صدیوں کی دین ہے۔ ہندوستان کے دو بڑے فرقے ہندو اور مسلمان جس طرح ایک دوسرے کے تہوار میں شرکیں ہوتے ہیں۔ اس سے بھی خاہر ہوتا ہے کہ صدیوں سے ساتھ رہنے کی وجہ سے ان میں کتابیں ملابپ پیدا ہو گیا ہے مسلمان ہندوؤں کے مشہور تہواروں میونی، دیوالی اور دہرے میں شرکیں ہوتے ہیں اور ہندو عید الفطر اور حرم میں شامل ہو کر اپنے برادرانہ صندبات کا آنہاڑ کرتے ہیں۔

عید الفطر

ہندوستان کے مسلمان بڑے جوش و خروش کے ساتھ عید کا تہوار مناتے ہیں۔ یہ تہوار رمضان البارک کے خاتمے کے بعد منایا جاتا ہے۔ رمضان شریف میں ہی قرآن شریف کا نزول ہوا تھا مسلمان رمضان کے ہیئت میں روزے رکھتے ہیں اور اس ہیئت کے خاتمے کے بعد (۲۹ یا ۳۰ کو) جب شوال کا چاند نظر آتا ہے تو دوسرے دن عید کا تہوار منلئے ہیں۔

عیدگاہوں اور مسجدوں میں نماز ادا کی جاتی ہے۔ اور سنپتھے بوڑھے اور جوان بھی اپنے اور صاف خفرے کپڑے پہن کر اپنے عزیزوں اور دوستوں سے ملنے جاتے ہیں۔ جہاں سو یوں

سے ان کی تواضع کی جاتی ہے۔ ہر طرف خوشی اور صبرت کا دو دوڑہ ہوتا ہے۔ ہندو اپنے مسلمان دوستوں سے بقل گیر ہوتے ہیں، عید کی مبارک باد دیتے ہیں۔ اور ان کی خوشیوں میں خریک ہوتے ہیں۔

دہلی میں رمضاں کے متبرک مہینے میں بڑی سرگرمی اور جوش و خروش دی�نے میں آتا ہے۔ ہر شام کو نثارتے پہچا کر کے اعلان کیا جاتا ہے کہ سورج چھپ گیا ہے۔ اور افطار کا وقت آگیا ہے۔ دہلی کی مسجدوں میں نمازوں کی بیڑ ہوتی ہے۔ تراویح کی نمازیں ہوتی ہیں اور مسجدیں قرآن پاک کی آیتوں سے گونج اٹھتی ہیں۔ سحر کے وقت مسلم محلوں میں بڑی چیل پہل نظر آتی ہے جبکہ روزہ دار سحری کھاتے ہیں۔

عید الفتحی

مسلمانوں کا ایک اور تہوار عید الفتحی ہے۔ یہ تہوار اس واقعہ کی یادگار ہے جو حضرت ابراہیم کے ساتھ پیش آیا تھا۔ خداوند قدوس نے ان کا بڑا سخت اسٹھان لیا تھا۔ اور انہیں حکم دیا تھا کہ آپ کو جو چیز سب سے زیادہ عزیز ہے اسے خدا کی راہ میں قربان کر دیجئے اور انہوں نے اپنے الکوتے بیٹے اسماعیل کو قربان کر دینے کا فیصلہ کیا۔ جیسے ہی وہ ان کے سکھے پر چھری پھری نے والے تھے کہ ان پر منکشت ہوا کہ خدا کو محض ان کا اسٹھان لینا مقصود تھا۔ لہذا اب یہ کافی ہے کہ وہ اپنے بیٹے کی بجائے ایک بیڑ خدا کی راہ میں قربان کر دیں۔ اس وقت سے تمام صاحبِ حیثیت مسلمان جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔ یہ تہوار دس ذی الحجه کو منایا جاتا ہے۔ ہندوستان میں بھی بکریوں اور بھریوں کی قربان کی جاتی ہے اور نماز پڑھی جاتی ہے۔ اس موقع پر جمع بھی ہوتا ہے۔ مکہ مکرمہ میں بھی جمع کے بعد دُبنتے اور اونٹوں کی قربانی کی جاتی ہے۔

محرم

مسلمانوں کے سال کا پہلا مہینہ محروم۔ نجع والم کا مہینہ ہے۔ اس مہینے کی ابتداء ہوتے

ہی واقعات کر جاؤ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ ساے ہندوستان کے مسلمان شہداء کے کربلا کا غم مناسک ہیں۔ حضرت محمد کے نبی اور حضرت علی احمد بن فضیلہ کے لخت جگہ حضرت امام حسین دس صفر ۶۱ھ کو کربلا کے میدان میں شہید کر دیئے گئے تھے کیوں کہ آپ نے یزید کے آجے سر جھکانے سے انکار کر دیا تھا۔ آپ کے ساتھ آپ کے تمام اقرباء اور اعزاء بھی شہید کر دیئے گئے۔

اسلامی تاریخ کے اس المذاک واقعے کی یاد سے ہندوستان میں منائی جاتی ہے، مگر کہنؤں کا صرف قابل دید ہوتا ہے۔ چھٹے بڑے اور قسم قسم کے تعزیتیں اور علم نکالے جاتے ہیں اور امام باروں میں لائے جاتے ہیں مامام باروں میں چاغاں کیا جاتا ہے اور مجلسیں منعقد کی جاتی ہیں۔ چونکہ شہداء کو بلا پر ظالمون نے پانی بھی پسند کر دیا تھا اس لئے جگہ جگہ شریعت اور پانی کی سبیلیں ہوتی ہیں۔ تعزیتیں اور علم ہندوستان کے تقریباً ہر شہر میں نکالے جاتے ہیں۔ تعزیزدار ان حسین ماتم کرنے والے اور شہر کے اہم راستوں پر گھشت کرتے ہوئے کربلا جاتے ہیں اور وہاں تعزیتی دفن کر دیتے ہیں۔

عرس

ہندوستان میں اجیر شریف مسلمانوں کی ایک بڑی میزبانی جگہ سمجھی جاتی ہے جہاں خواجہ غریب لا از حضرت معین الدین حاشیتی کامزار ہے جو ہندوستان کے مسلمان درویشوں میں امتیازی حیثیت رکھتے ہیں ہر سال آن کا عرس بڑے دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ ان کا عرس صدیوں ہی سے منایا جا رہا ہے۔

اس عرس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ نہ صرف مسلمان بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ہندو بھی شریک ہوتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان کے عوام خدا کے ان نیک بندوں کو کس احرار اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور قومیت، فرقے اور ذات پات کافر ق اس عقیدت کی راہ میں حائل نہیں۔

خواجہ امیر شریف کا دعویٰ آئے میں بھگ ۱۵۷۵ سال پہلے امیر شریف میں ہوا تھا۔ آپ اپنی ابتدائی زندگی سے ہی صوفی منش اور درویش صفت تھے۔ آپ نے سرقدار و خمار میں تقییم حاصل کی اور مرشد کی تلاش ہیں دور و راز کا سفر کیا جس کو آپ کی علاقوں چینیہ سلطنت کے ایک بزرگ خواجہ عثمان ہاردنی سے ہوتی۔ آپ نے بیس سال ان کی خدمت میں گزارے اور ان کے خلیفہ اور نائب ہوئے پھر آپ نے عراق و ایران، شام و افغانستان کا سفر کیا اور آخر میں ہندوستان تشریف لائے۔ آپ ۱۱۹۰ کے لگ بھگ امیر شریف پہنچے اور یہیں رہ پڑے۔ آپ امیر شریف میں ۲۴ سال زندہ رہے۔ وہاں آپ کے مریدوں اور ملکہ بگوشوں اور ملکے والوں کا تانتا لگ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا کثرت سے کثر مخالف اور بیلے عقیدہ آدمی ان کے حصوں میں پہنچ کر ان کا حلقہ بگوش بن جاتا تھا اور راہ راست پر آجاتا تھا۔ ان کی شہرت سارے ہندوستان میں پہنچ گئی۔ ان کی سادگی اور انسان دوستی نے ہزاروں آدمیوں کو متاثر کیا۔ آپ نے اپنی تمام زندگی تہائی اور عبادات میں بسرا کی۔

شہنشاہ اکبر نے ۱۵۵۶ء میں امیر شریف کی درگاہ پر حاضری دی تھی اور اس کے لئے سہا نداد و تھفہ کر دی تھی۔ غلبی سلطان کے دور حکومت میں ان کا پختہ روضہ تیار کیا گیا تھا۔ شاہیہاں کی رٹکی شہزادی چہاں آرام نے ان کے روپ تھے تک جانے کے لئے راستہ بنوایا تھا۔

دلی میں خواجہ نظام الدین اولیا کا عرس بھی بڑی وحوم دعام سے منایا جاتا ہے۔ ۱۷۔
ریس علاقائی کی رات کو فاتحہ کے بعد ہی قوالی کا پروگرام شروع ہوتا ہے جو کہ عرس کا ایک اہم حصہ ہے۔

اس بडگ حضرت امیر خسرو کا عرس بھی منایا جاتا ہے جو کہ اشوال کو اپنے مرشد سے چالائے تھے۔

بہت سے ملکوں سے لوگ عرس میں شامل ہو کر برکت حاصل کرتے ہیں اور یہ دستور آج تک قائم ہے۔ عرس کے موقع پر ہر ایک کی تعداد میں ہر مذہب کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔

شمالی ہندوستان کا نیسا را بڑا عرسِ کلیر مسٹریٹ کا ہے جو کہ ہر دوسرے اور روزگی کے درمیان
واپس ہے اور ربیع الاول کے ہیئت میں حضرت علام الدین علی احمد صابر کی یاد میں منایا جاتا ہے
سرہند (بیچاہ) کے مقام پر حضرت محمد والی ثانی کا عرسِ سفر کے ہیئت کے آخری
دلوں میں منایا جاتا ہے۔

جنوبی ہندوستان میں گلبر گھنے مقام پر ذی قعده کے ماہ میں خواجہ بنہ نواز گیو دراز
کا عرس بہت دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

حج

حکومت ہند نے مسلمانوں کی سہولتوں کے لئے سچار جہاز خاص اسی مقصد سے مخصوص
کردیئے ہیں جو کہ انھیں حج کے لئے سجادہ لے جاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک جہاز میں ۵۰۰۰
سافروں کے لئے سماں ہوتی ہے۔ ہوا ای جہاز سے سفر کرنے کے خواہش مندا فراد کے لئے بھی
خاص انتظامات کئے گئے ہیں۔ حاجیوں کو مفت بیان امداد وی مجاہی ہے اور انھیں زر مہادلہ مہا
کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ ان سافروں کو جائے قیام سے بندرگاہ تک پہنچنے اور واپس ہونے
کے وقت بندرگاہ سے گھر تک آنے کے لئے سڑان اسپورٹ کی سہولتیں اور دورانِ قیامِ خاک نہ تھیں
کے قابل خانے سے ہر طرح کی مدد و مصالح کرنے کی سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں۔

خاص دستوری تحفظات

- دفعہ (۱۵) ۱۔ حکومت، مذہب، نسل، ذات، جنس اور جائے پیدائش کی بنیاد پر کسی شہری سے کوئی امتیازی سلوک نہیں کرے گی۔
- دفعہ (۱۴) ۲۔ حکومت کے تحت ذکری پانے یا کسی جمہرے پر مقرر کئے ہوئے کے لئے تمام خبریوں کو بیکار موقوع حاصل ہوں گے۔
- (۳) ۳۔ حکومت کے تحت کوئی بھی ملازمت پانے یا کسی بھی جمہرے پر مقرر ہونے کے لئے مذہب، نسل، ذات، جنس، خاندان، جائے پیدائش یا رہائش کی بنیاد پر کسی شہری کے خلاف کوئی امتیاز نہیں پردازنا جائے گا۔ اس آرٹیکل کا کسی ایسے راجح قانون پر اثر نہیں پڑے گا جس کے تحت کسی مذہب یا فرقے کے نام پر قائم کئے گئے مدارے کی دیکھ بھال کے لئے کسی فرد یا گورنمنٹ باڈی کے ہمراوں کا کسی خاص مذہب یا کسی خاص فرقے سے تعلق رکھنا ضروری ہے۔
- دفعہ ۲۵ (۱) ۴۔ من عامہ، اخلاق، صحت اور اس حصے کی دوسری دفعات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر شخص کو بیکار طور سے صنیر کی آزادی اور آزادانہ طور سے کسی مذہب کو مانتے اس پر عمل کرنے اور اس کا پرچار کرنے کا حق ہے۔
- دفعہ ۲۶ (۱) ۵۔ من عامہ، اخلاق، اور صحت سے متعلق پاپندیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر مذہبی اقلیت یا اس کے کسی حصے کو نہ رجہ ذیل حقوق حاصل ہونے کے مذہبی اور خیراتی مقاعدہ کے لئے اسے قائم کرنا اور ان کو چلانا۔
- (الف) ۶۔ مذہبی امور کے معاملے میں اس کا کام کاچ خود چلانا۔
- (ب) ۷۔ منقول اور غیر منقولہ جائیداد کو حاصل کرنا اور اپنی ملکیت میں لینا۔
- (ج) ۸۔ قانون کے مطابق ایسی جائیداد کا انتظام کرنا۔
- (د) ۹۔

دفعہ ۷۲ کسی شخص کو کوئی ایسا نیکس ادا کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا جبکہ کسی
خاص مذہب یا کسی خاص مذہب کی ترقی یا دینکو بحال کے لئے خرچ
کیا جائے۔

دفعہ ۷۳) کسی ایسے تعلیمی ادارے میں جسے کلیٹ ایکٹ حکومت چلاتی ہو کسی قسم کی مذہبی تعلیم
نہیں دی جائے گی۔

(۷) دفعہ (۱) میں کی گئی بات کسی ایسے ادارے پر لاگو نہیں ہوگی جس کا
اعظام تو سرکار کے ہاتھوں ہی ہو یکن وہ اس شرط کے ساتھ کسی وقت
کے تحت قائم کیا گیا ہو کہ اس ادارے میں مذہبی تعلیم دی جائے گی۔

(۸) سرکار سے منظور شدہ یا سرکاری امداد پانے والے کسی تعلیمی ادارے
میں کسی فرد کو ایسی مذہبی تعلیم میں حصہ لینے یا کسی ایسی مذہبی حبادت میں
شریک ہونے کی مزورت نہیں ہے جس کا اہتمام ادارے میں یا اس کے
کسی لمحہ سے میں کیا گیا ہو۔ البتہ متعلقہ فرد بالغ ہونے کی صورت میں اپنی
مرضی اور نابالغ ہونے کی صورت میں اپنے سرپرست کی مرثی و منظوری
مذکورہ نوعیت کی تعلیم و حبادت میں شریک ہو سکتا ہے۔

دفعہ ۷۴) کسی شہری کو مخفی مذہب مل دفاتر زبان یا ان میں کسی ایک کی وجہ
سے کسی ایسے تعلیمی ادارے میں جسے حکومت چلاتی ہو یا امداد دیتی ہو دہل
کرنے سے انکا رہنمی کیا جائے گا۔

دفعہ ۷۵) تمام اقلیتیں خواہ وہ مذہب ہوں یا اسافی اپنی مرضی کے تعلیمی ادارے
قائم کرنے اور چلانے کا حق رکھتی ہیں۔

(۹) حکومت تعلیمی اداروں کو امداد فرماتے وقت اس بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں
برتے گی کوئی تعلیمی ادارہ کسی مذہبی یا اسافی اقلیت کے زیر انتظام ہے
پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں یا ریاستی مجلس قانون ساز کے کسی ایوان

دفعہ ۷۶)

کے میروں کا انتخاب کرنے کے لئے ہر انتخابی ملتفتے کے دوڑوں کی ایک
عام فہرست ہوگی۔ احمد مذہب، سنل، ذات، جنس یا ان میں کسی ایک کی
بنابر کسی شخص کو اس انتخابی فہرست میں شامل ہونے کے حق سے محروم
نہیں کیا جائے گا اور نہ پیغام کسی مذکورہ بنابر کسی، ملتفتے کے لئے مخصوصی
انتخابی فہرست میں شامل کے جانے والے دعوا کر سکے گا۔



صدر جمهوریہ هند دا کڑا کر حسین

مولانا ابوالکلام آزاد
شہزاد ایران رضا شاہ پهلوی
کے ساتھ

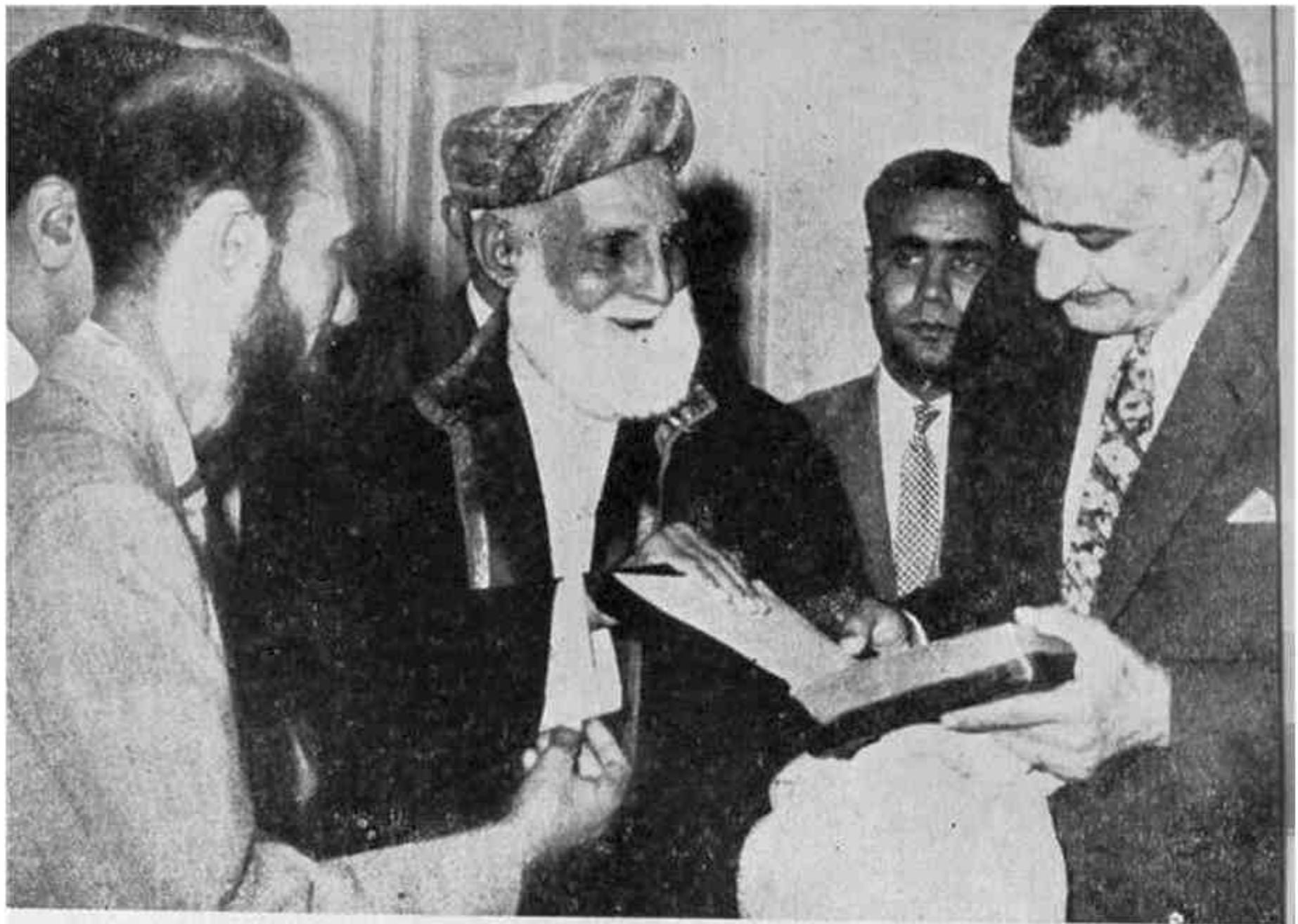


صدر جمہوریہ ہند
ڈاکٹر ڈاکٹر حسین
شاہ افغانستان
کے ساتھ



شپریم کورٹ
کے چیف جسٹس
بدایت اللہ





متحده عرب جمہوریہ کے صدر بجزل ناصر بھی کے قاضی اعلیٰ کے ساتھ



ملائشیا کے وزیر اعظم
سنکو عبد الرحمن
درگاہ مشریف احمدیہ

حوالدار عبدالحمید
(پرم دیرچکر)



برگیتہ یہ محمد عثمان
(مہادیرچکر)



سینجراں اے آر سی شنگ
(دیر چکر)



سینجراں اے جیب اللہ

اُستاد فیاض خان



اُستاد علام الدین خان



اُستاد بڑے غلام علی خان

حافظ محمد ابراهیم



آصف علی



تواب ہدی فواز جنگ



غلام محمد صادق



فخر الدین علی احمد

محمد علی حکیم چہاڑا



شاہ نواز خان



نور الدین احمد



قاضی عبدالودود



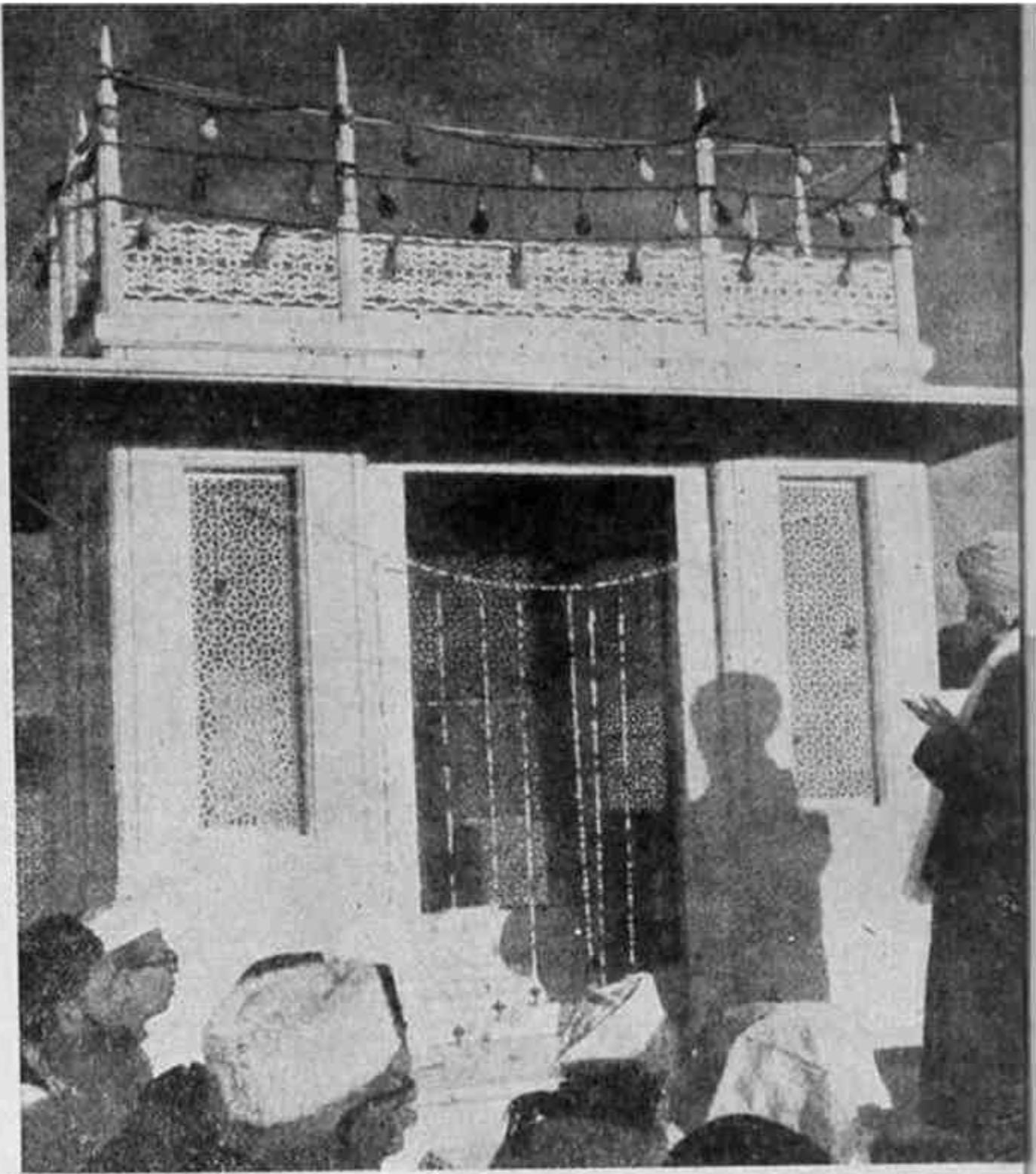
ڈاکٹر عبدالستار صدیقی



سید مسعود حسن رضوی

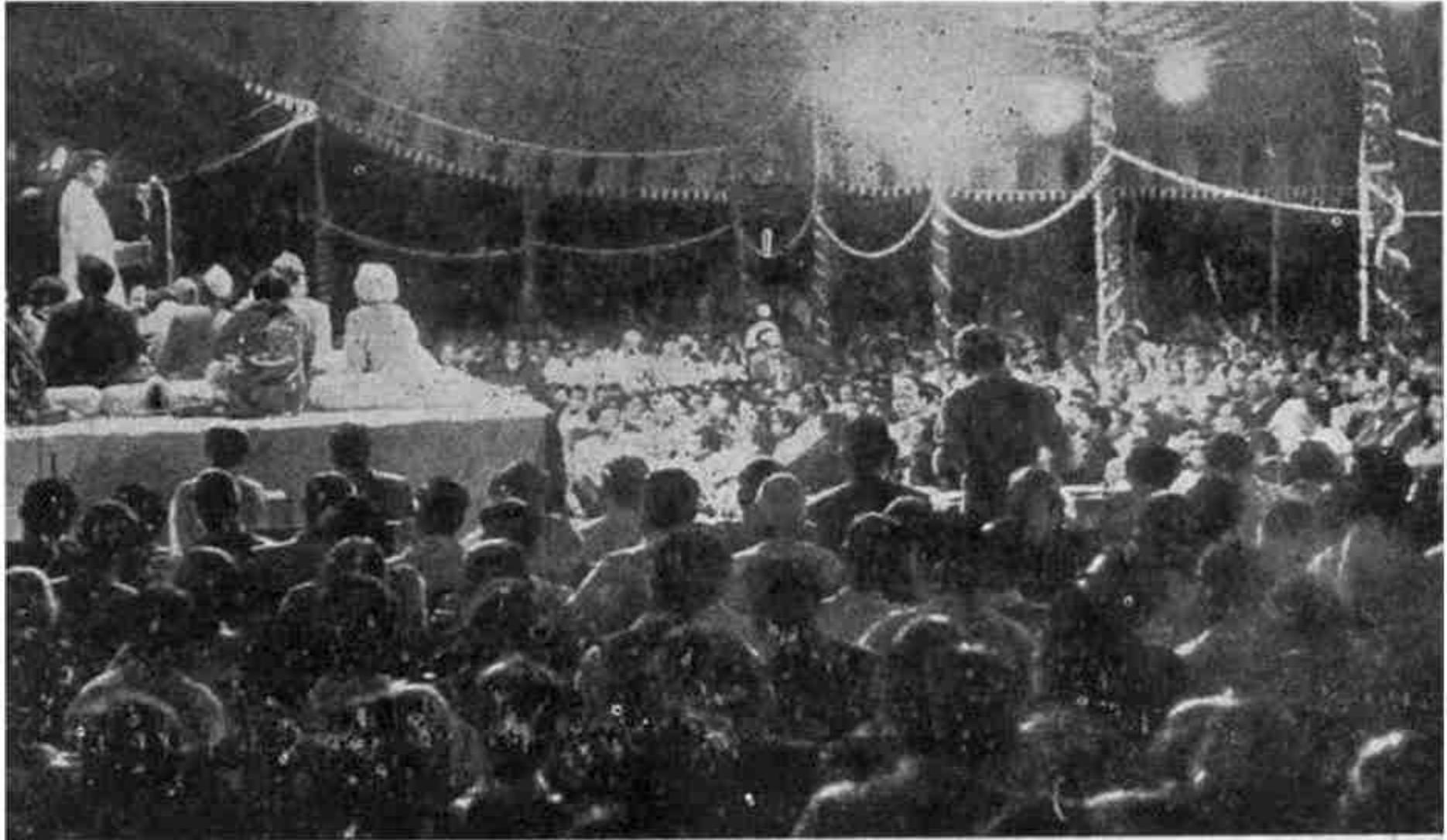


مزارِ نواب پر یومِ غالب
کی تقریب



قرۃ العین حیدر صد رجہبُریہ ہند سے ساہنیہ اکادمی کا اتفاق ہوتے ہوئے





لال فلوجہ میں یومِ طفر کی نقریب کا ایک منظر (ادپر)

(نچے) اس موقع پر شہزادی فرم سلطانہ رہباد رشادہ طفر کی پوتی) بھی معزز زمہانوں میں موجود ہیں



بدرالدین طیب جی



ڈاکٹر ایم اے انصاری

حکیم اجمل خان



رفیع احمد قدوالی





محمد ریض

سارہ باز

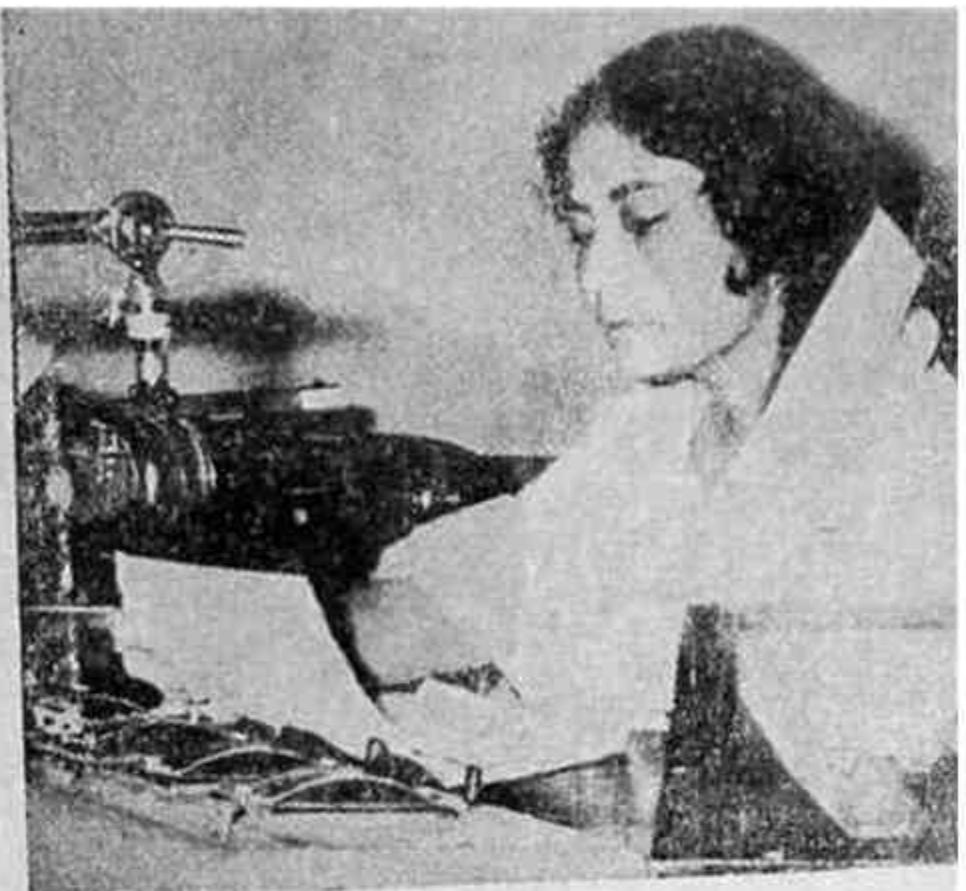


یوسف خاں (دیلپ کار)

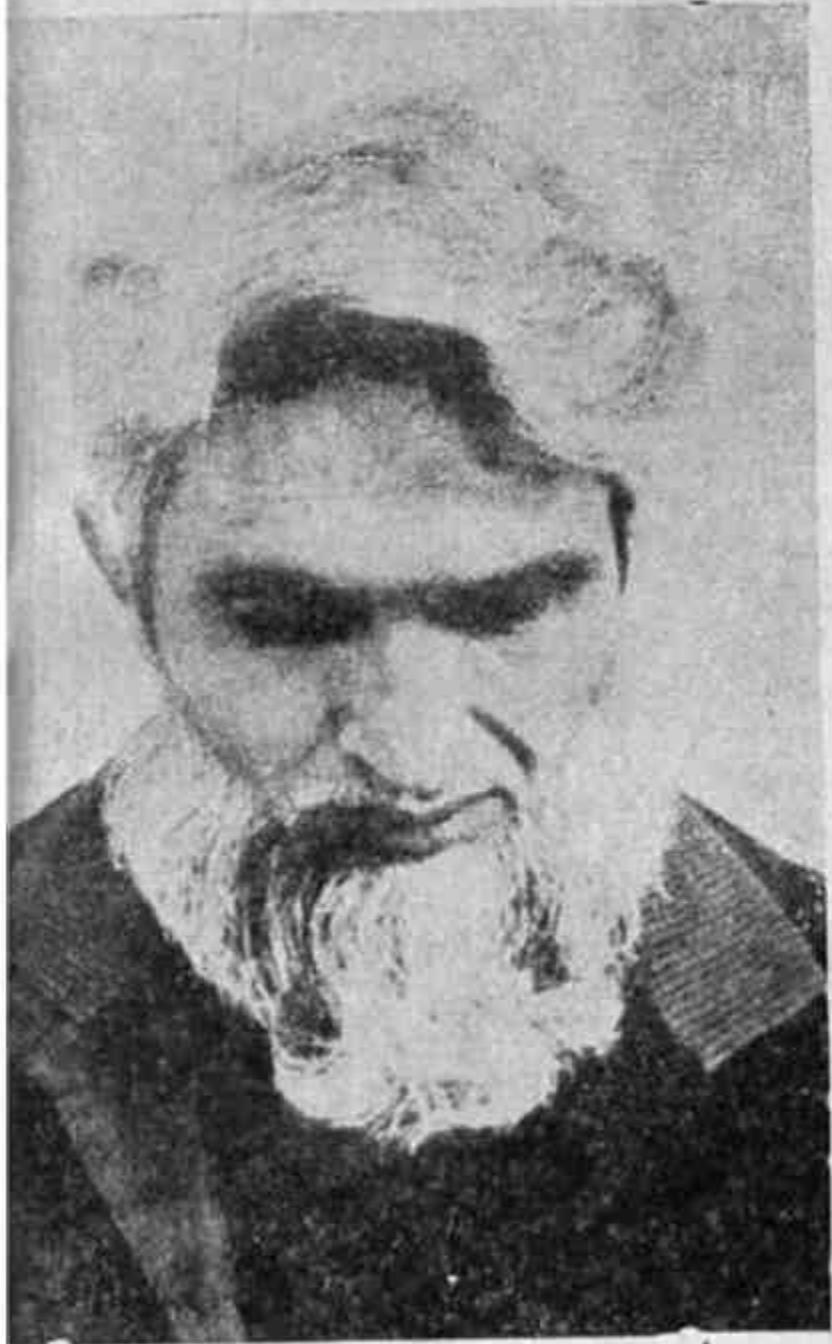
وحیدہ رحمان



ماه جبیں آرا
(مناکاری)

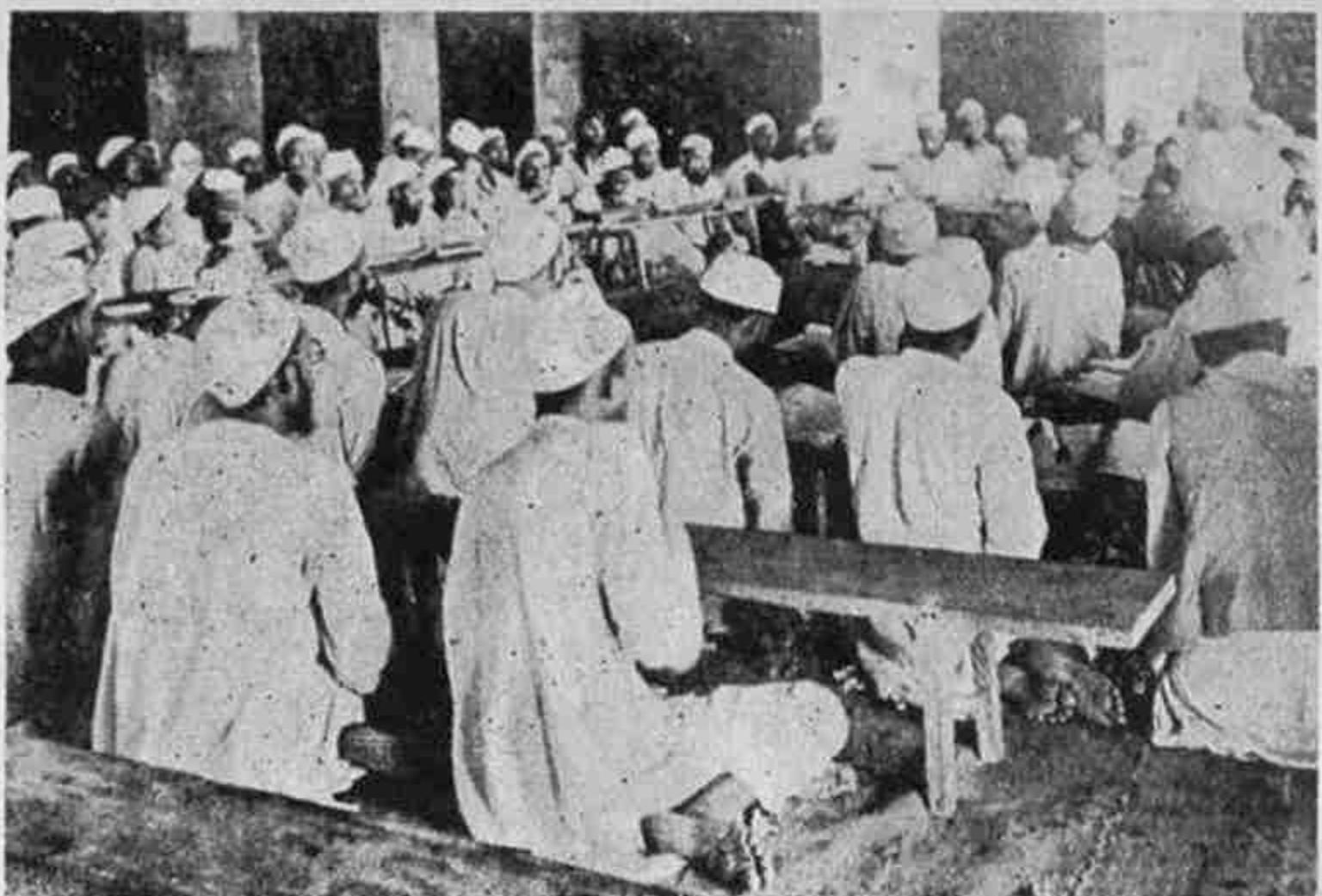


ایم۔ الیفٹ جسین



نواب پودی

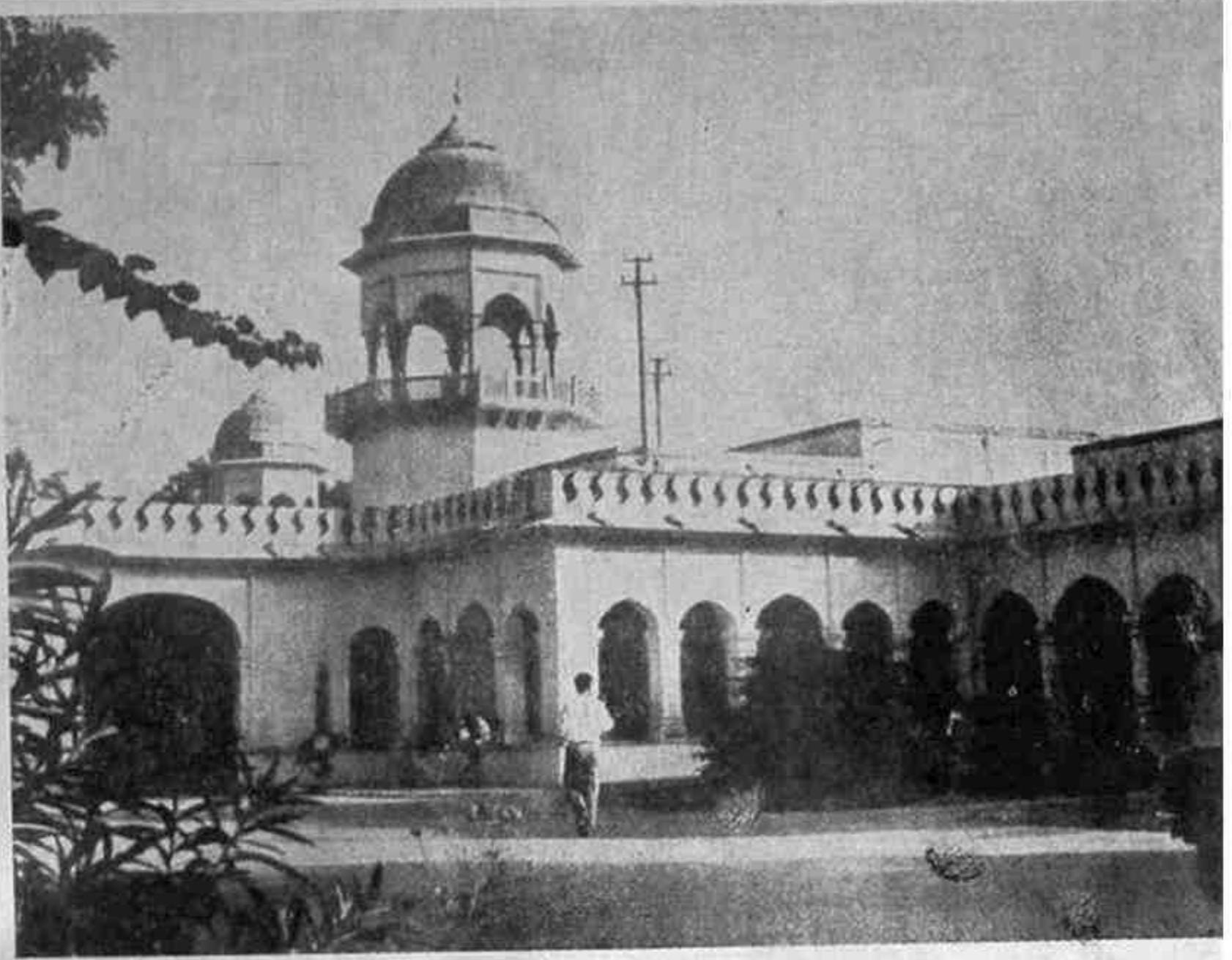




دارالعلوم دیوبند میں مطالعہ میں معروف طلباء

دارالمحنتین اعظم گڑھ کی لائبریری





طبیعت کالج دہلی

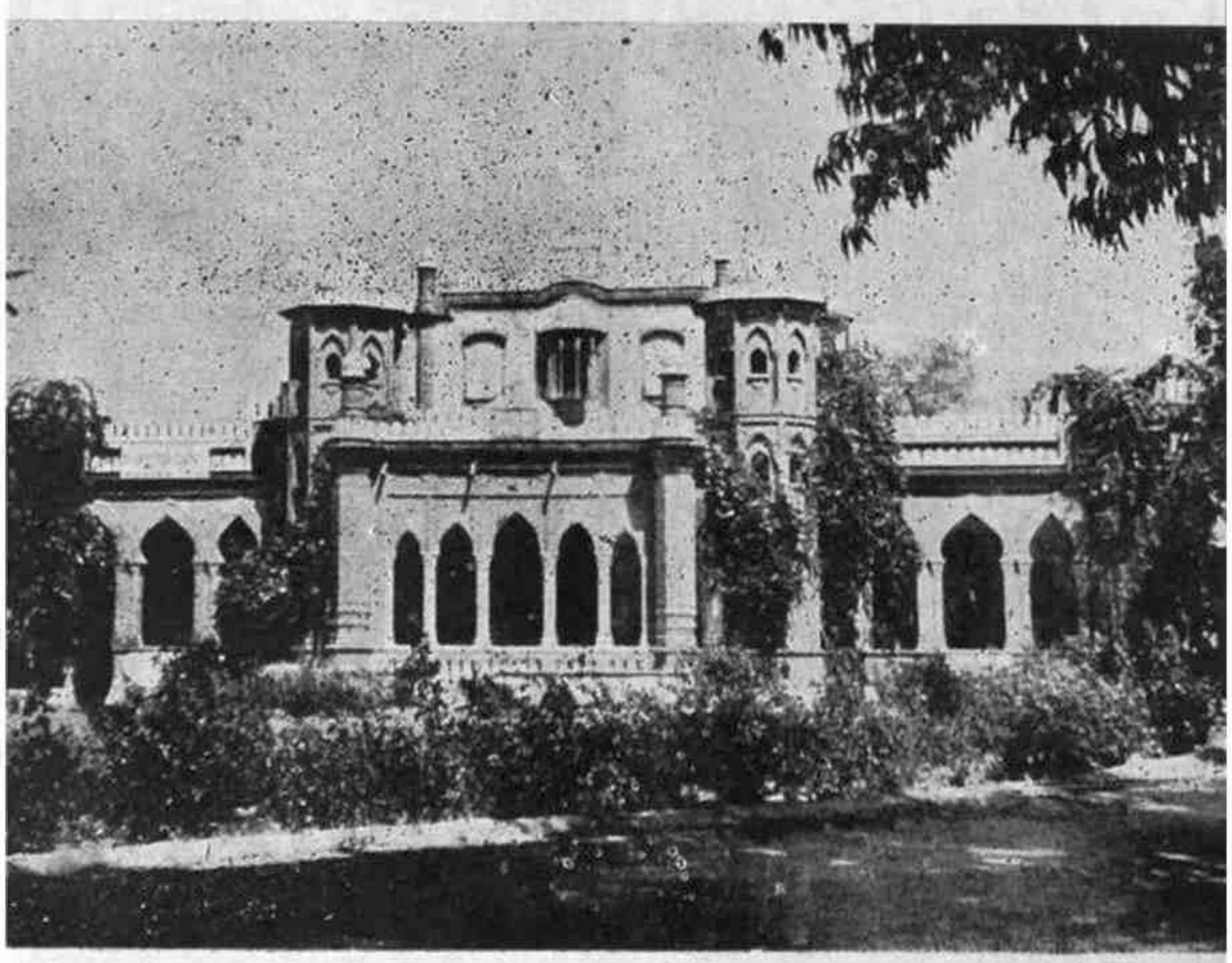
مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پنہ



ڈاکٹر عبدالعزیم
دائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی



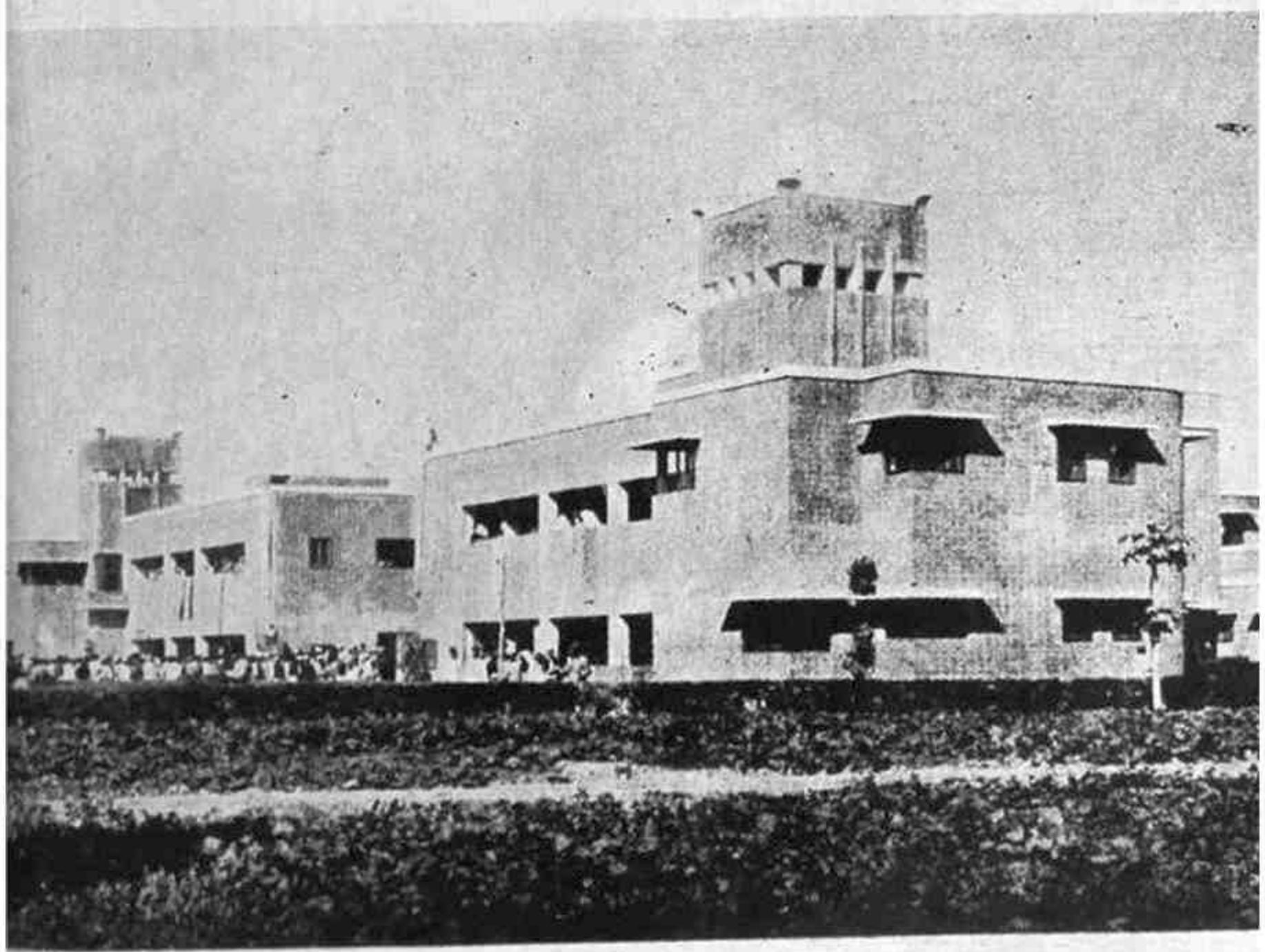
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی ایک عمارت



بروفیسر محمد مجید
وائس چانسلر جامعہ ملیتیہ



جامعہ ملیتیہ کی ایک عمارت





قدسیہ زیدی



پروفیسر ہماں کبیر



خواجہ علام استیճ بن



خدائجش لائبریری ٹپنہ میں تحقیق میں مصروف رسیرچ اسکالر

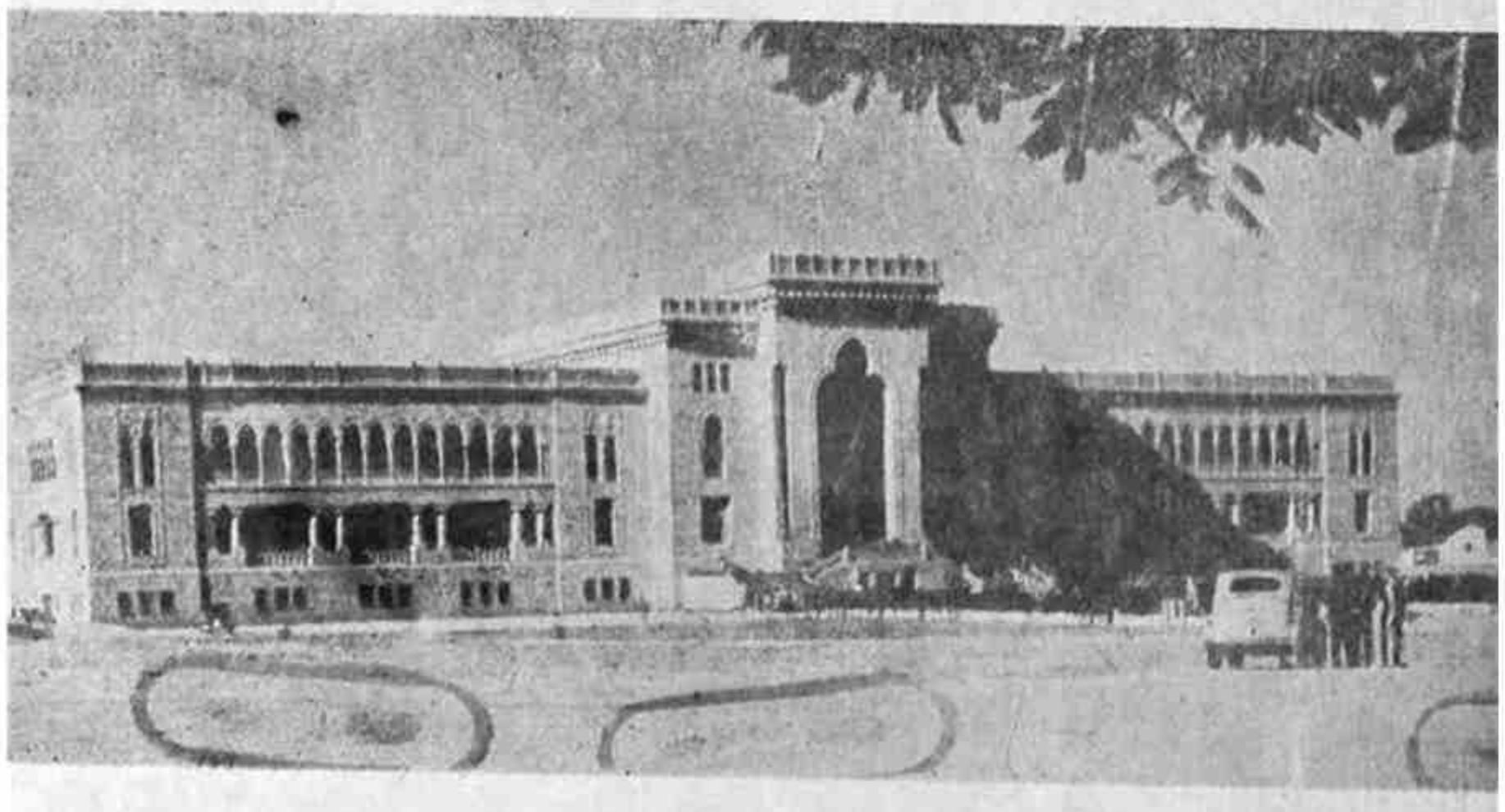
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں راکیاں سائنس کی عملی تعلیم میں مصروف ہیں



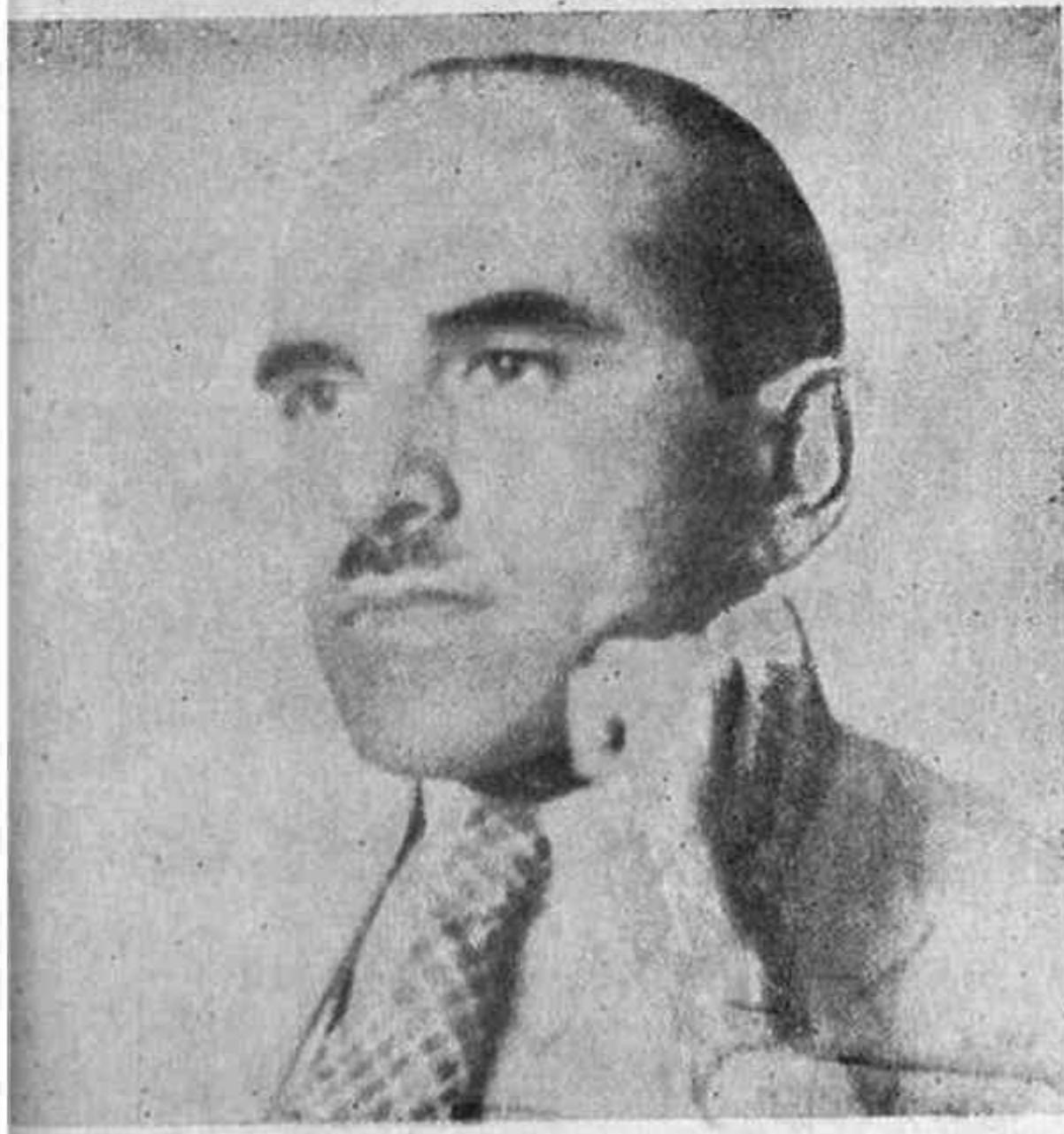


سالار جنگ میوزیم کی نئی عمارت حیدر آباد

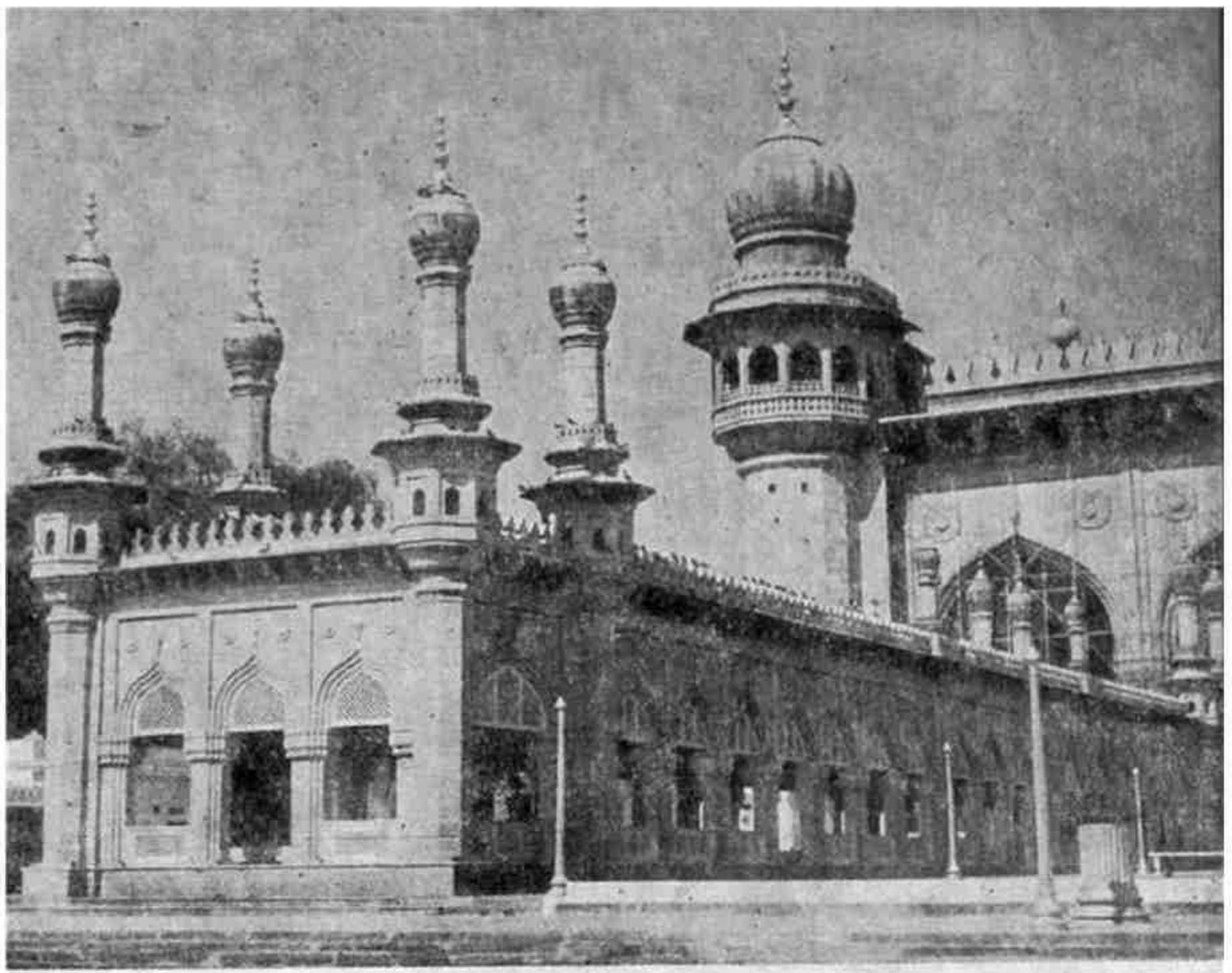
عہمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد



بدرالدین فیض حسن بدرالدین طیب جی

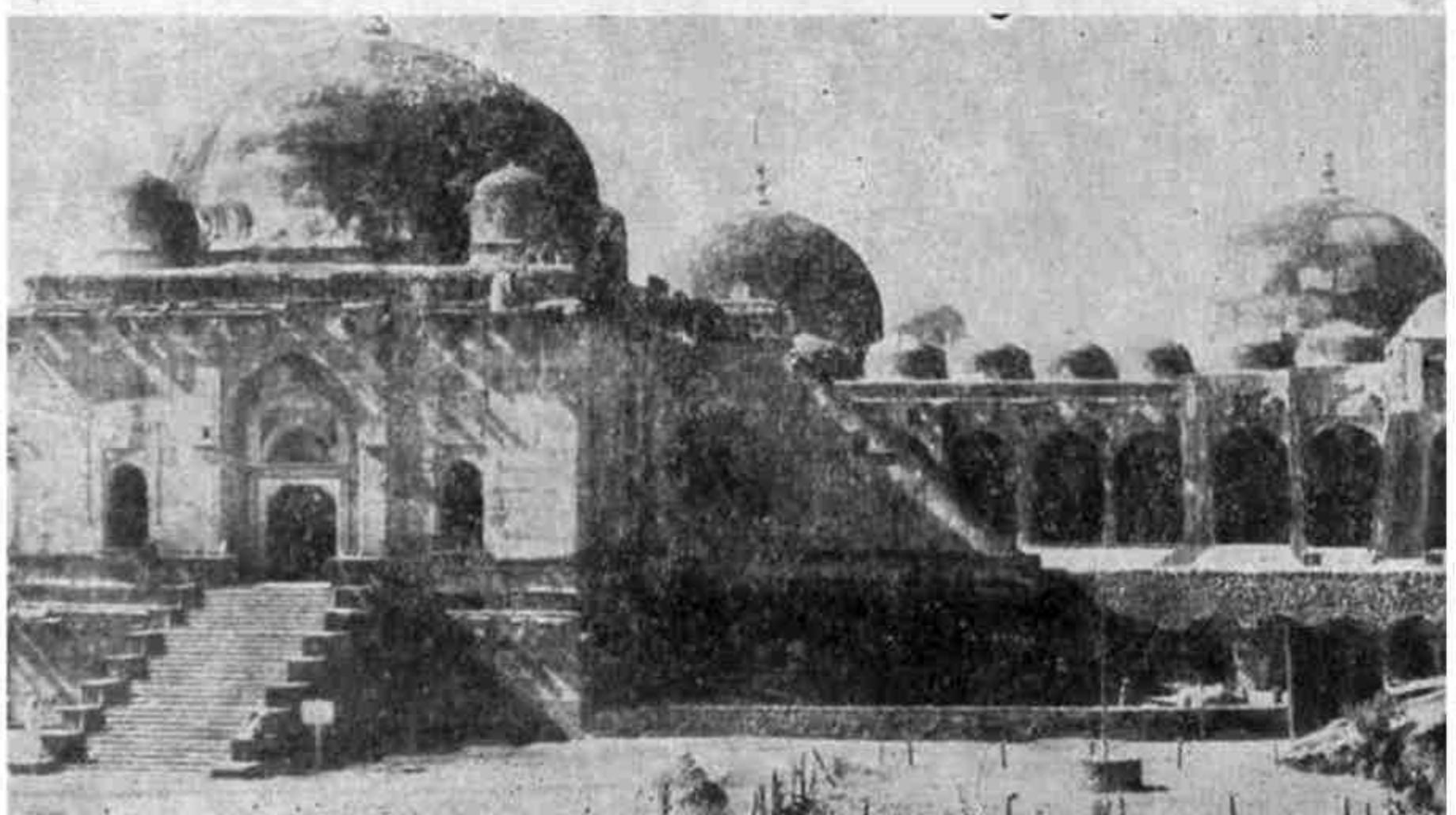


آصف علی اصغر فیضی

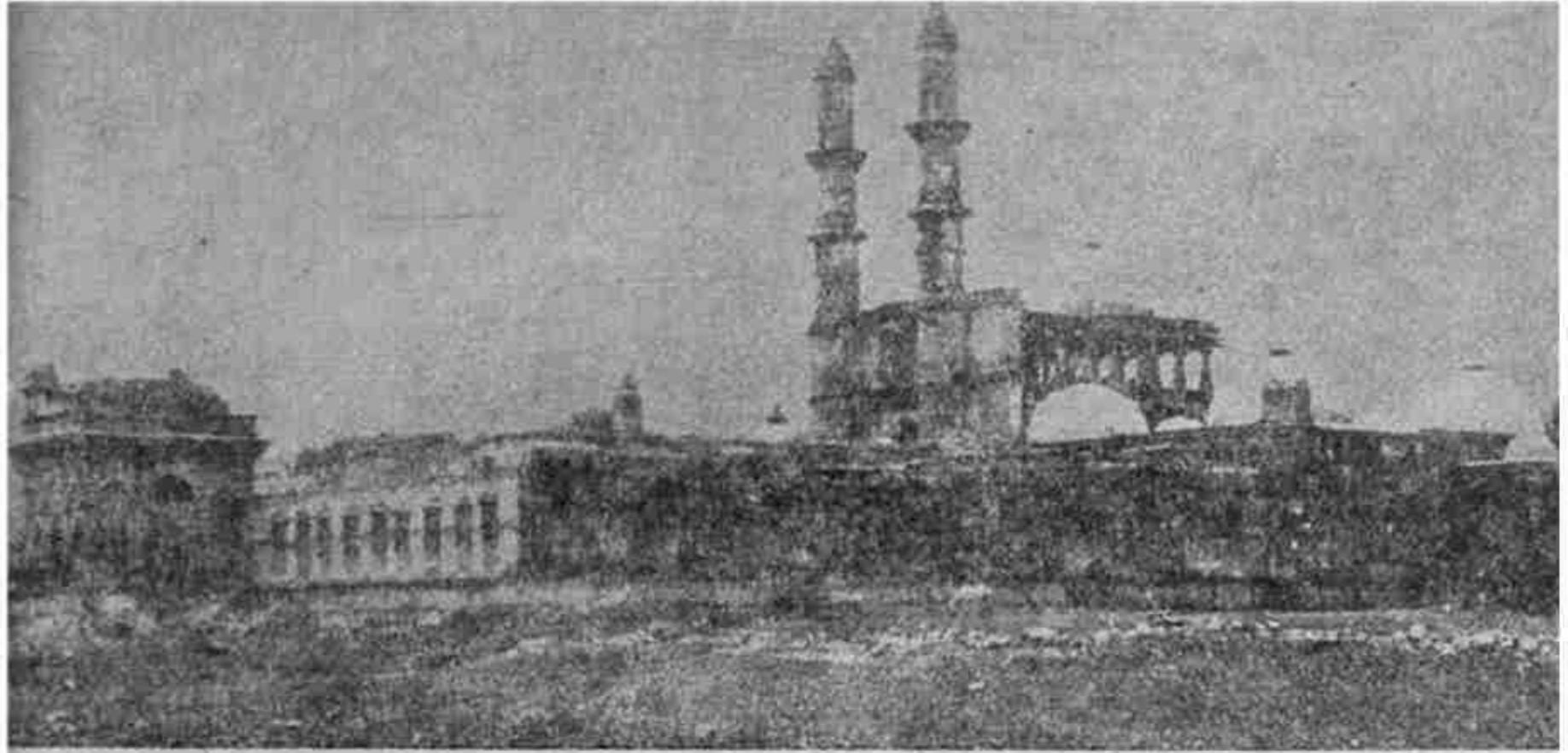


گلک مسجد حیدر آباد

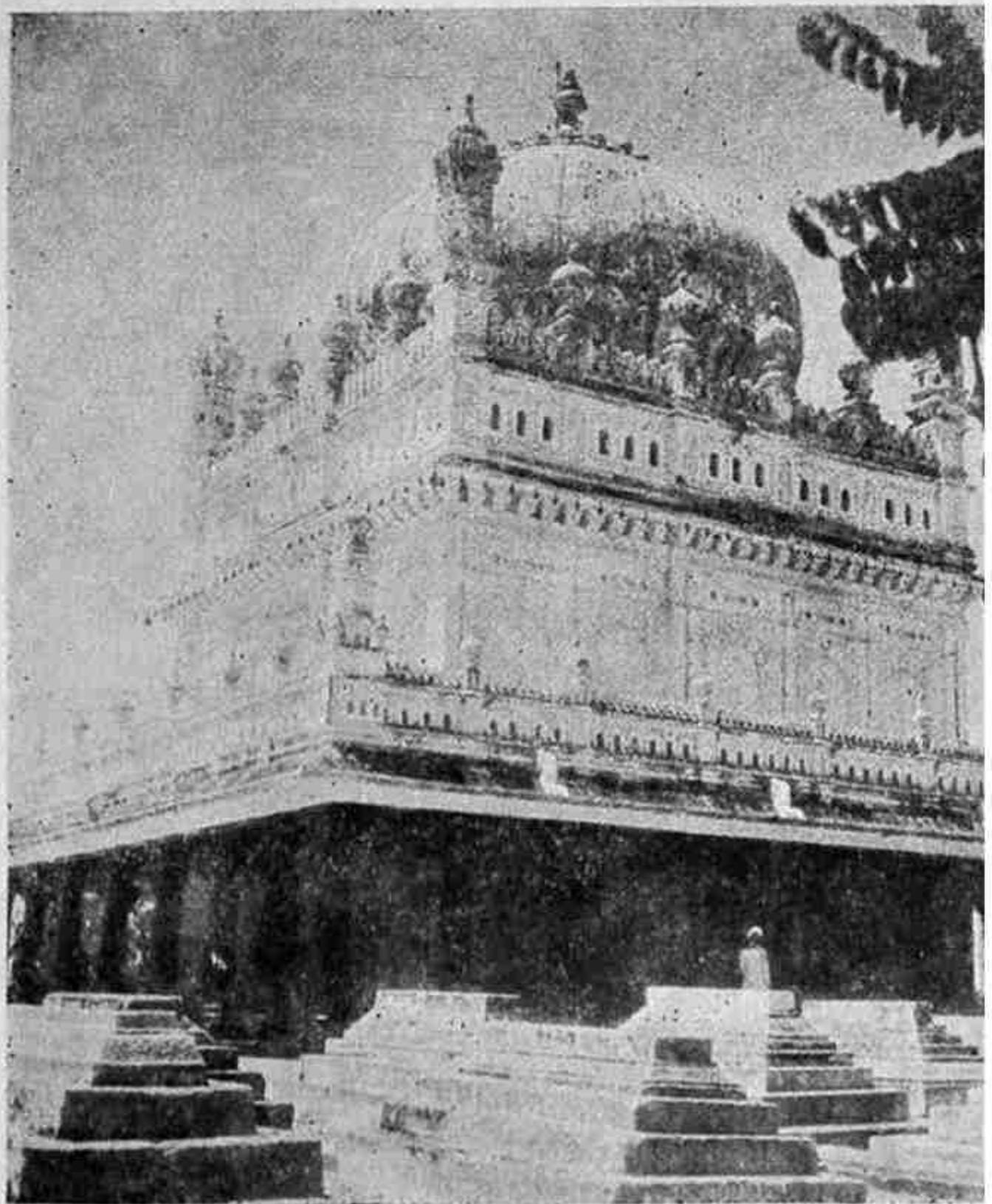
جامع مسجد رانڈو

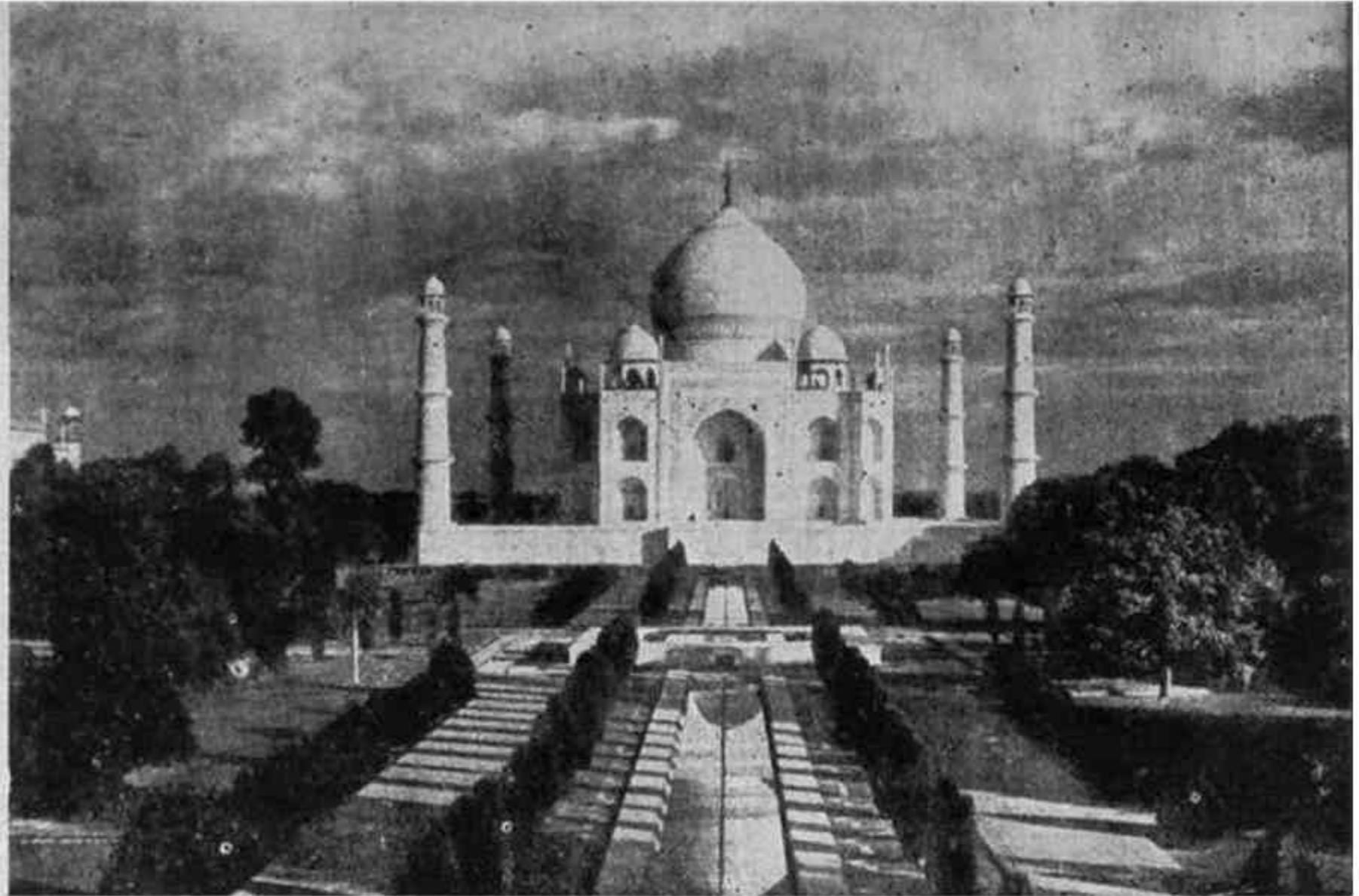


جامع مسجد چهار نیم

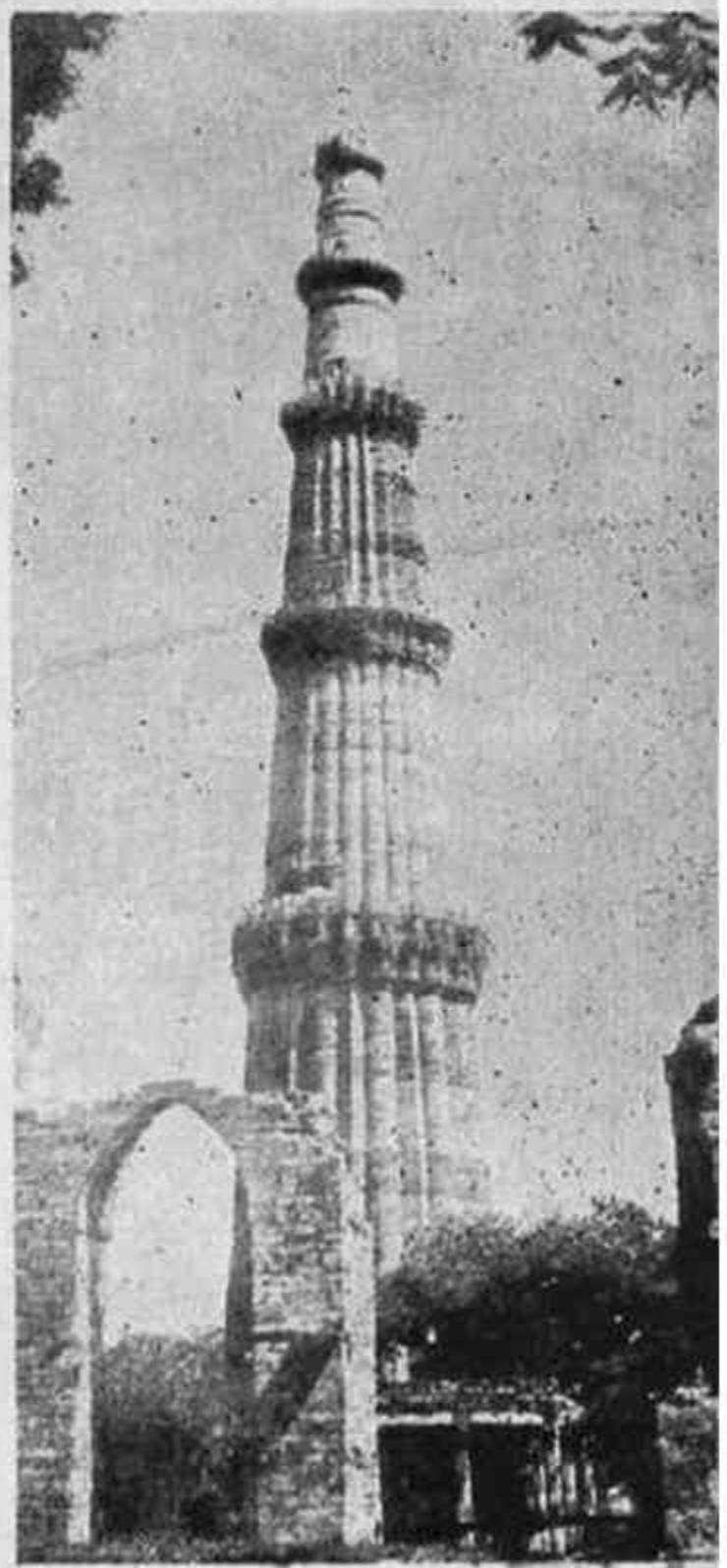


مقبرہ شیخو سلطان

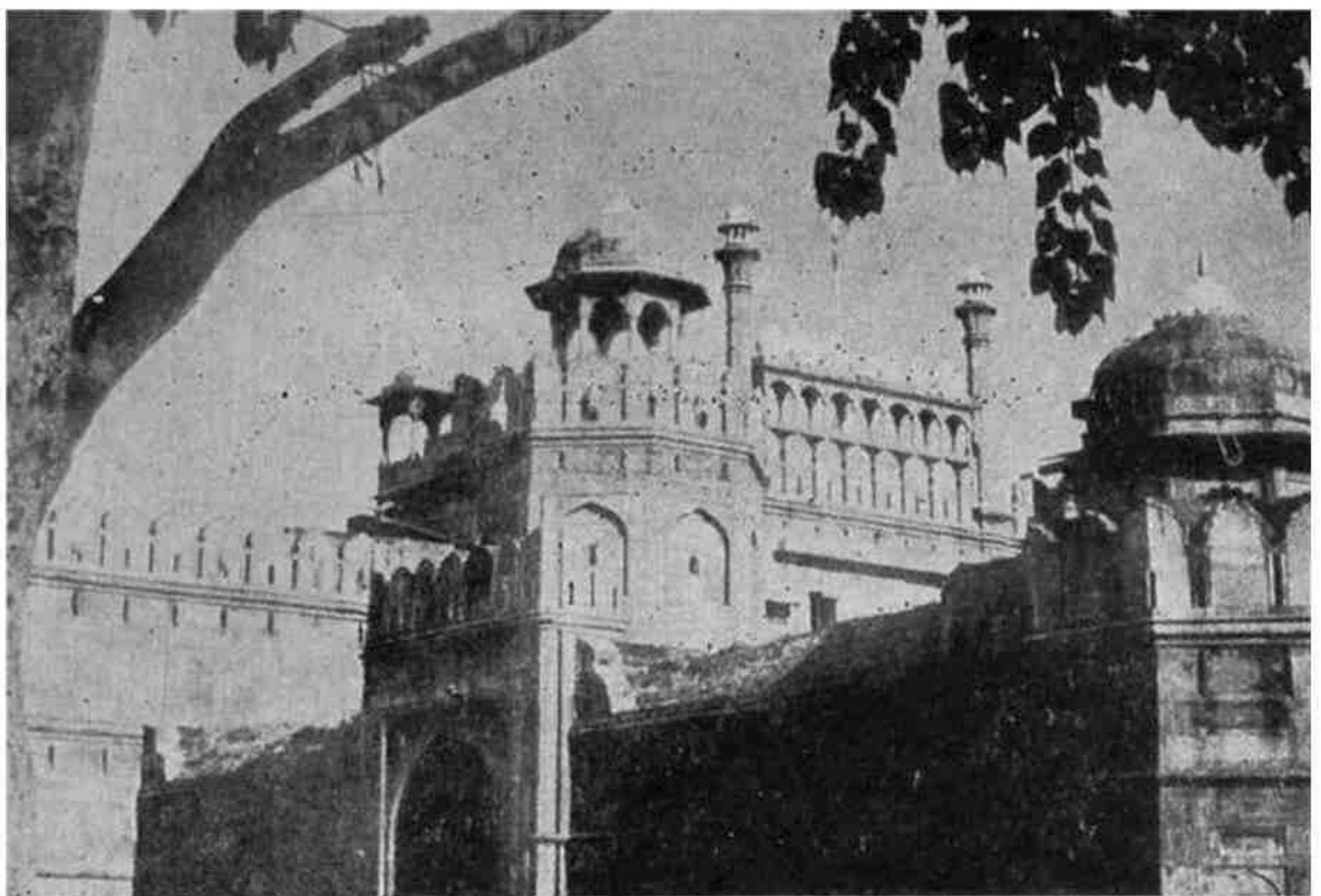




تاج محل آرہ



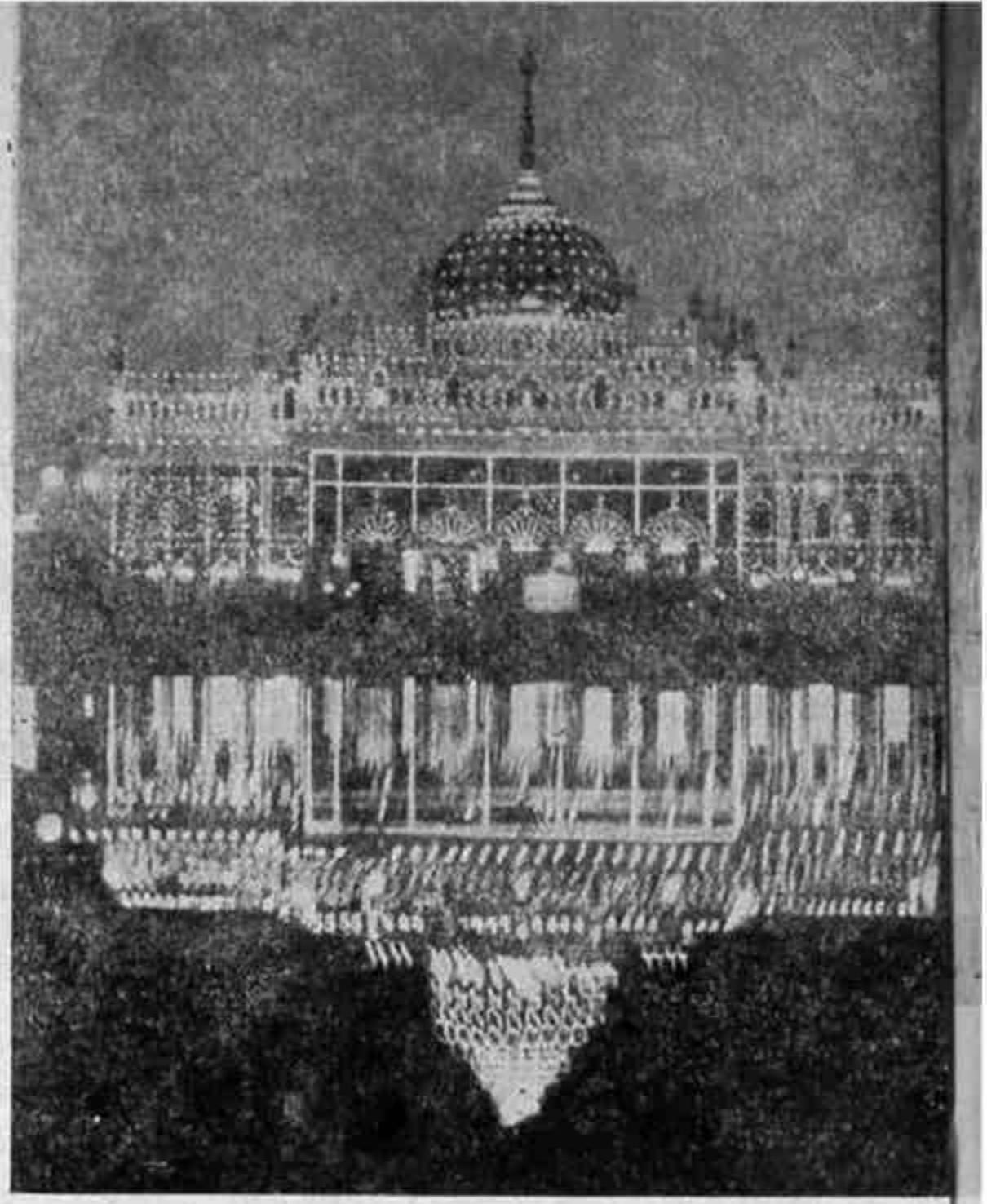
قطب مینار دہلی



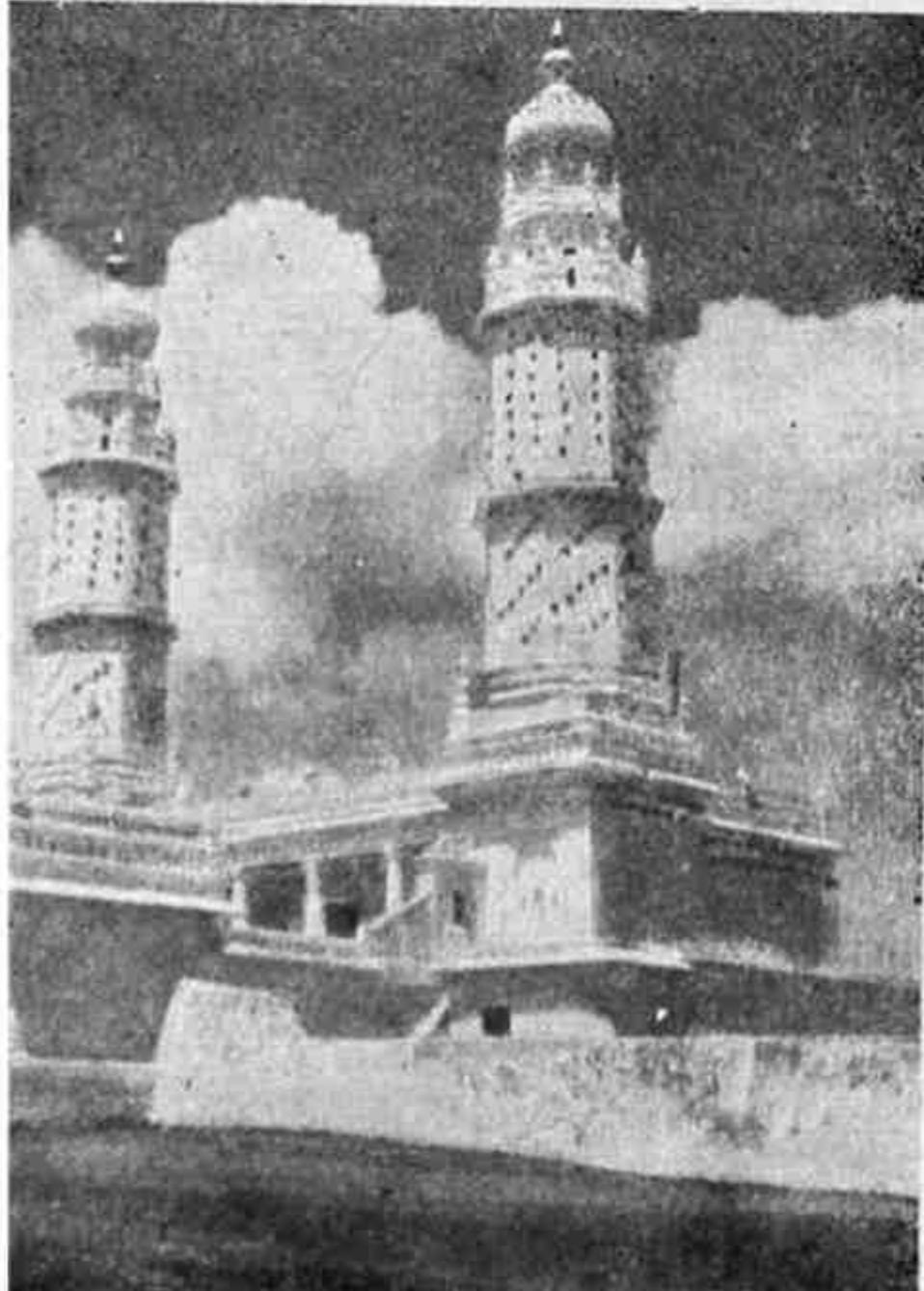
لال قلعہ دہلی



چار مینار حیدر آباد

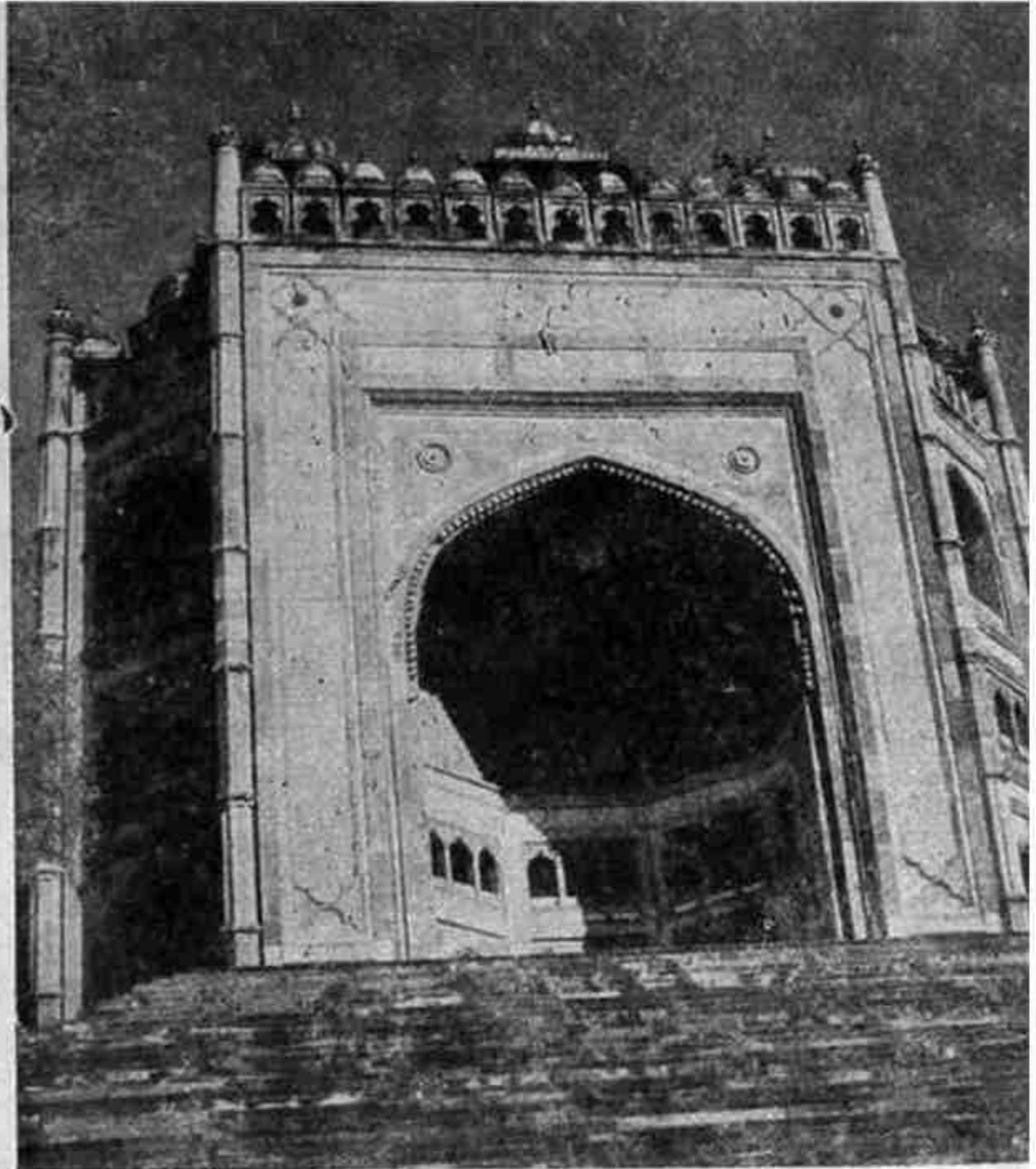


بین آباد امام بارہ بکھنیں حرم کے موقع پر چڑاغان



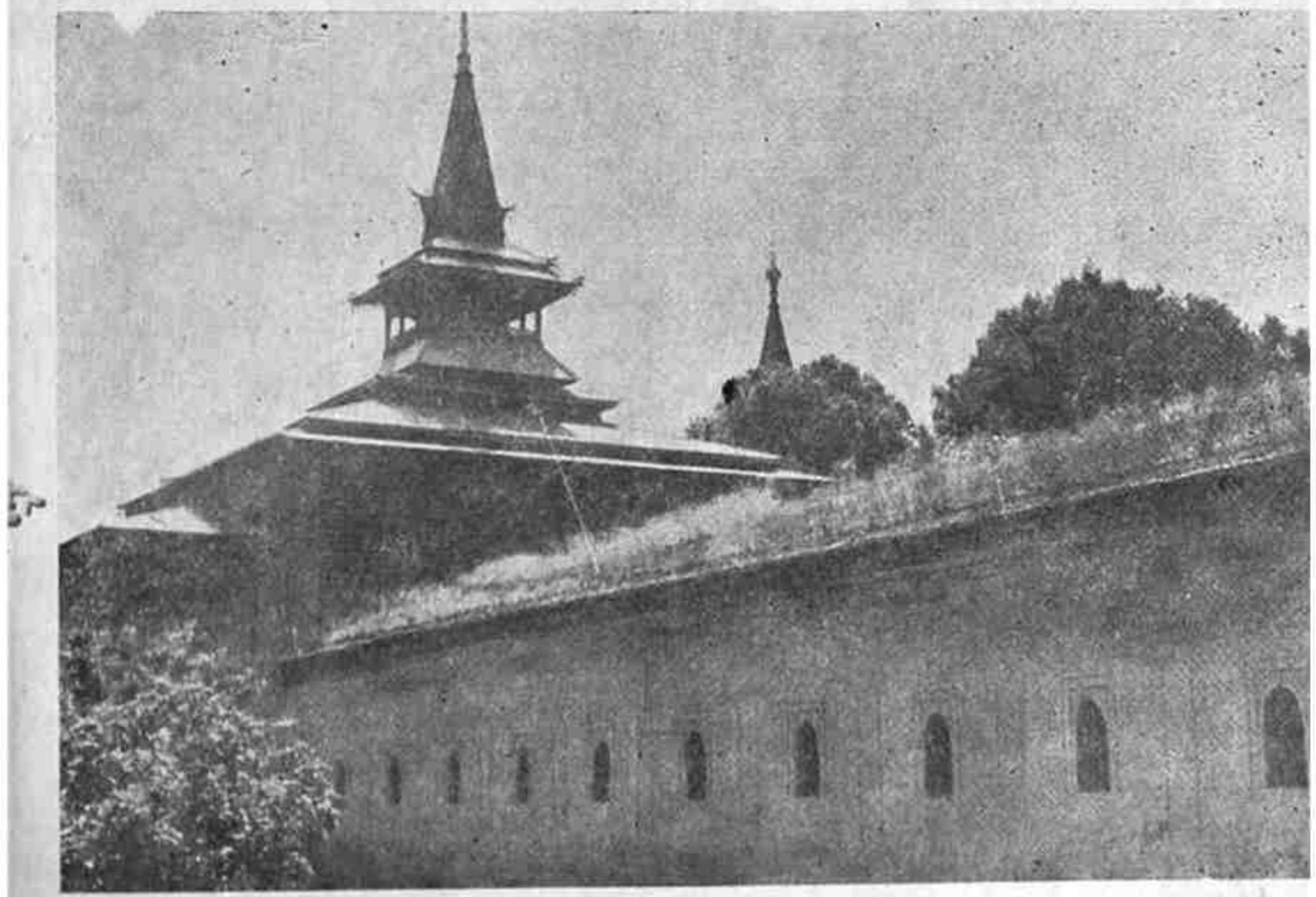
جامع مسجد نزدگا پشم

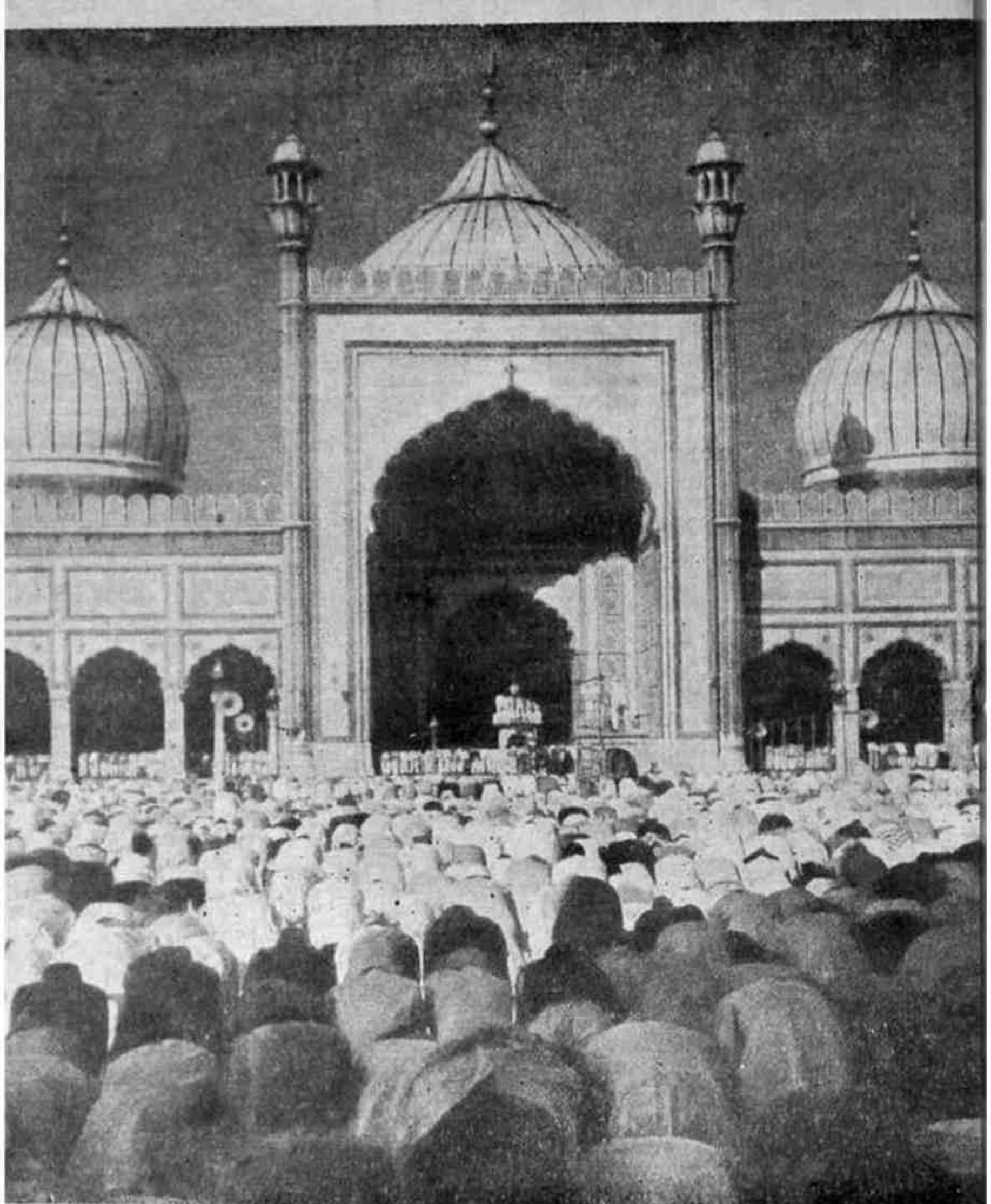




بلند دروازه فتح پور سیکری

جامع مسجد سرینگر



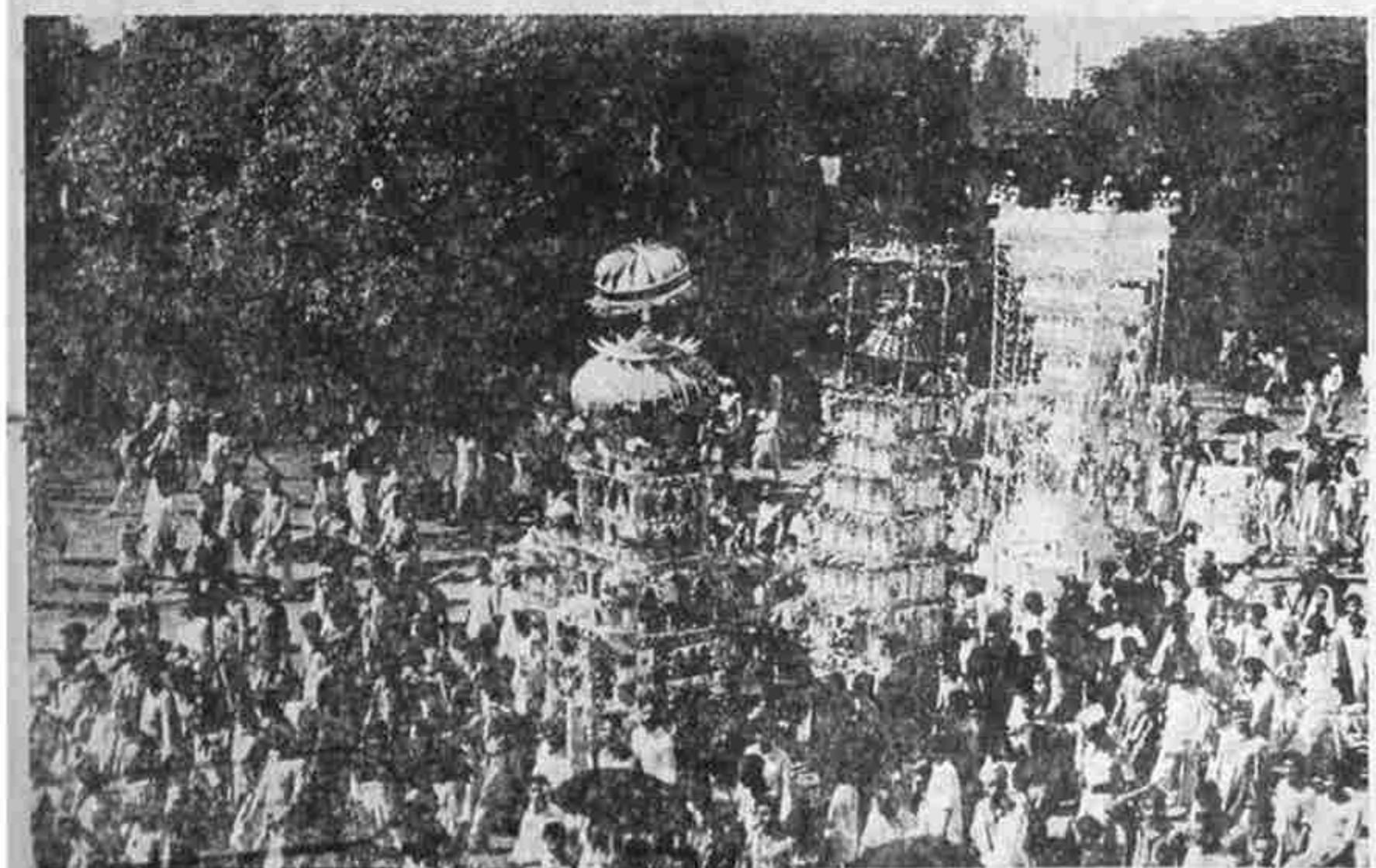


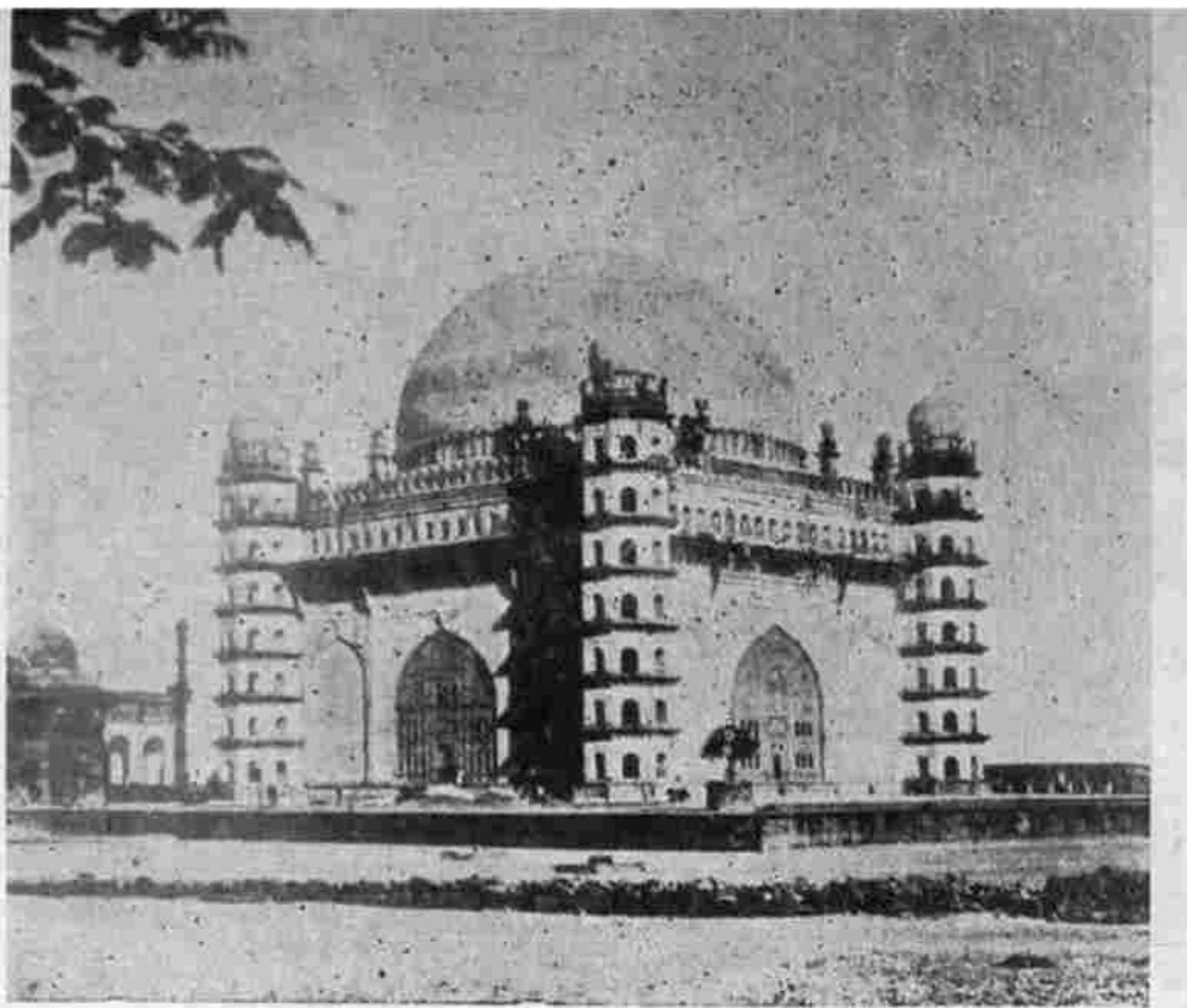
عید کے موقع پر جامع مسجد دہلی میں نماز



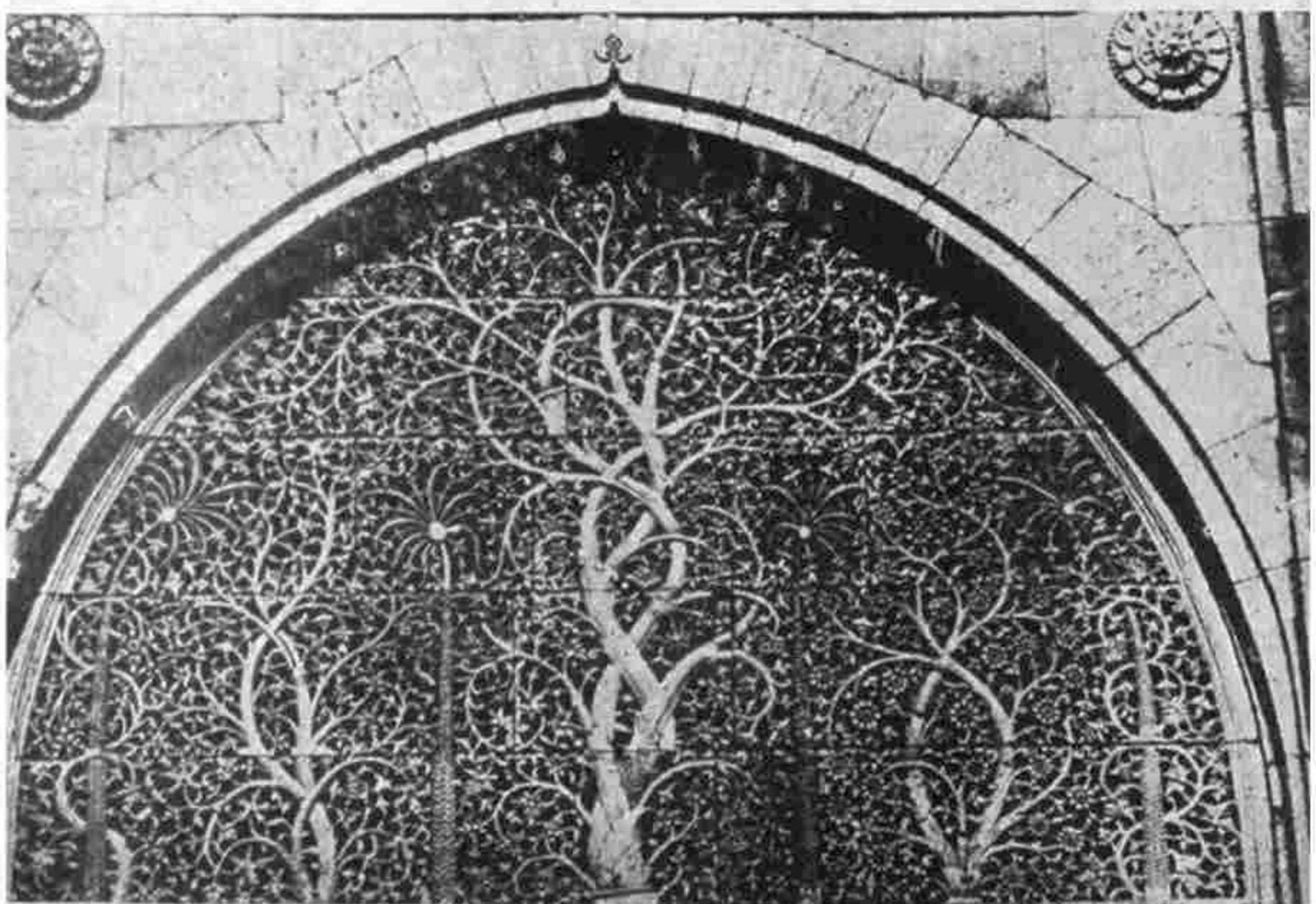
روزہ افطار کرنے سے پہلے ڈاکٹر ذاکر حسین اور ان کے مہان نماز ماداگور ہے ہیں

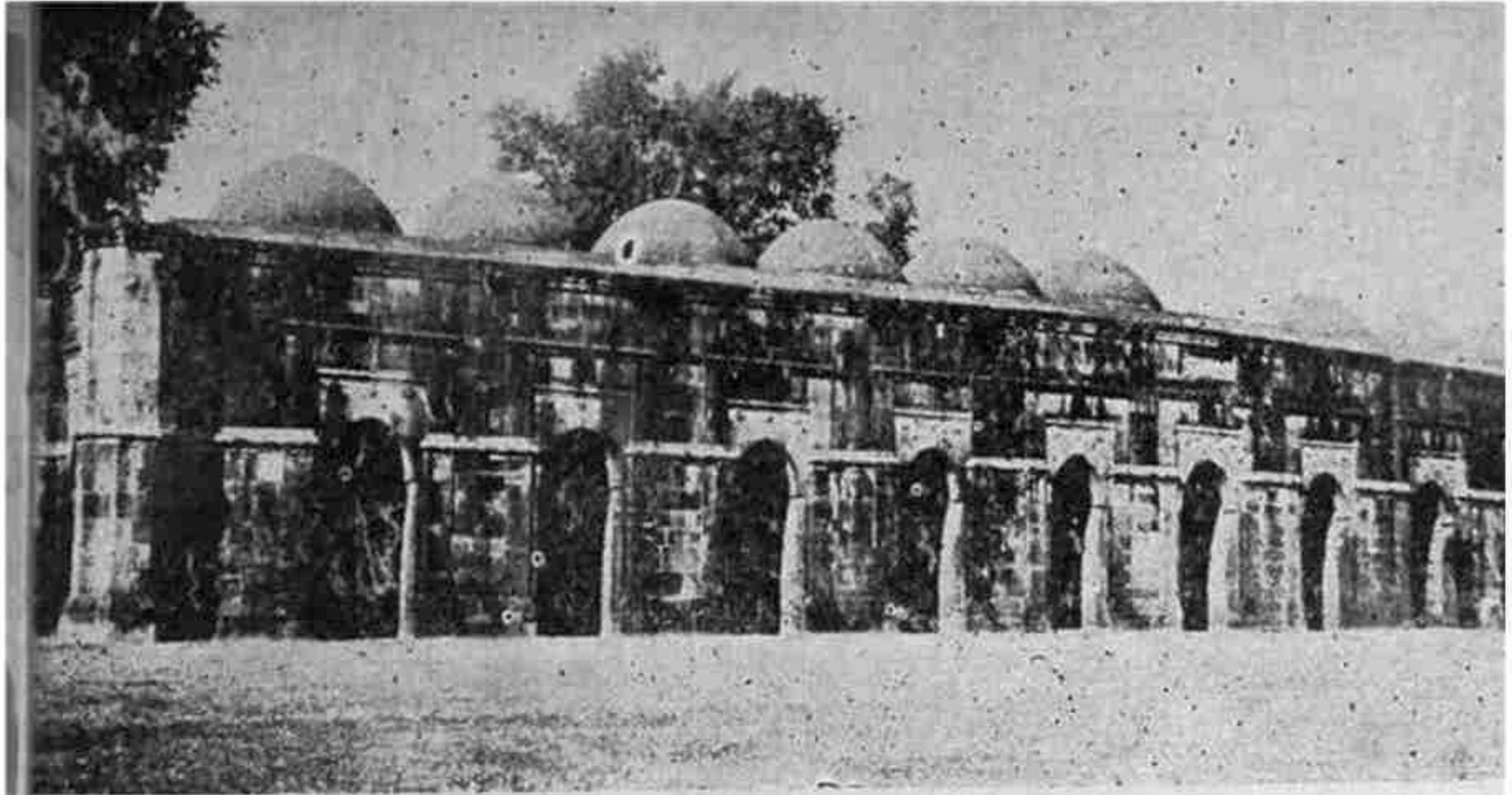
(نبیجہ) دہلی میں محرم





گول گنبد بجا پور
سیدی سعید مسجد احمد آباد





بڑا منار مسجد گوڑ بیگان

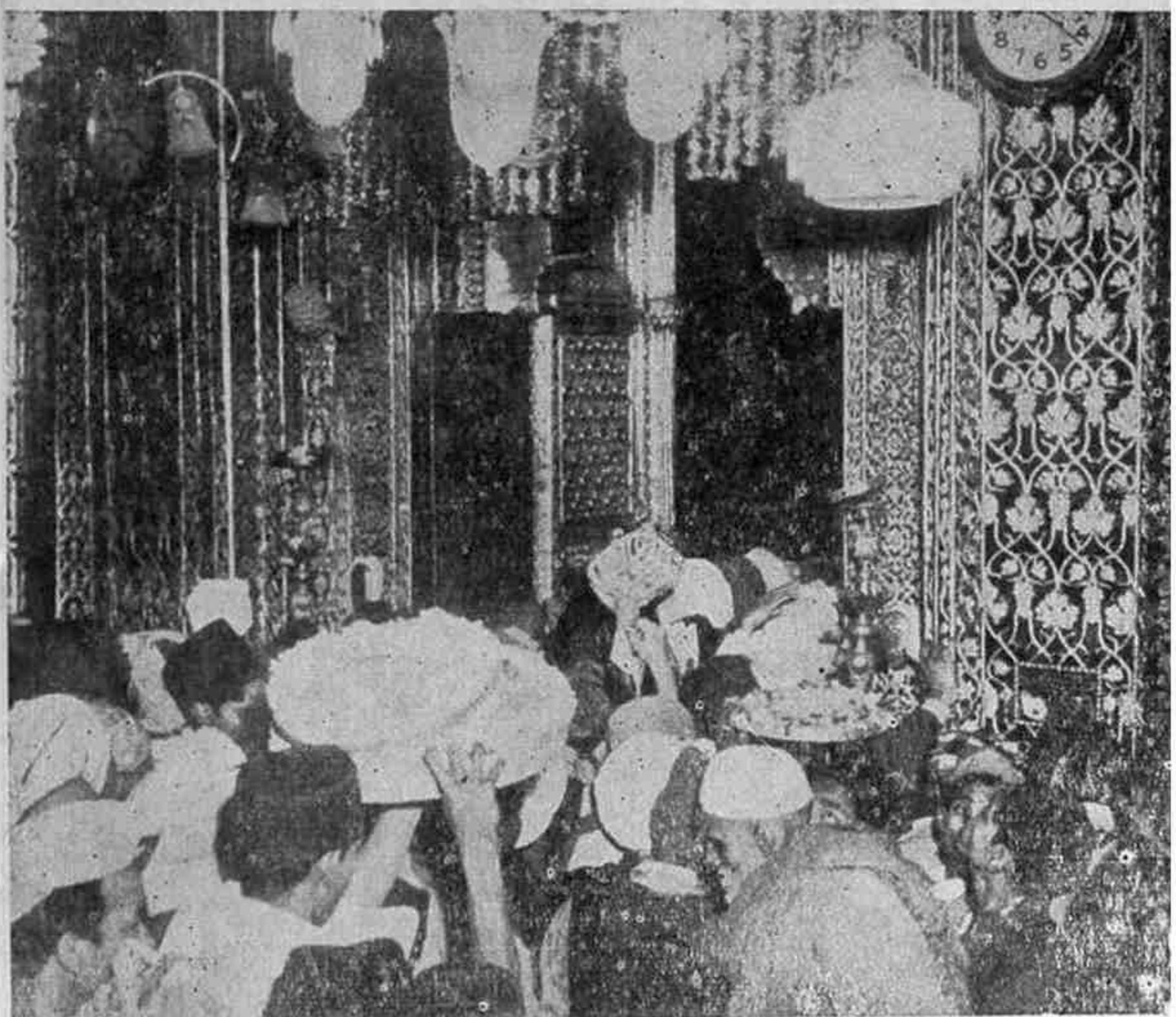


جامع مسجد جون پور



دہلی میں عرس امیر خرو
عرس نظام الدین کے موقع پر قوالی





درگاه خواجه معین الدین حبشتی اجیرسی زائرین

پبلیکیشنز ڈوٹ ان
وزارت اطلاعات و نشریات
حکومتِ ہند
